عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد ۳۴ | ۱۸تا۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق یکم تا ۷ نومبر ۲۰۱۵ء | ۴۱

مولانا عبدالرحیم بستویؒ کا سانحہ ارتحال

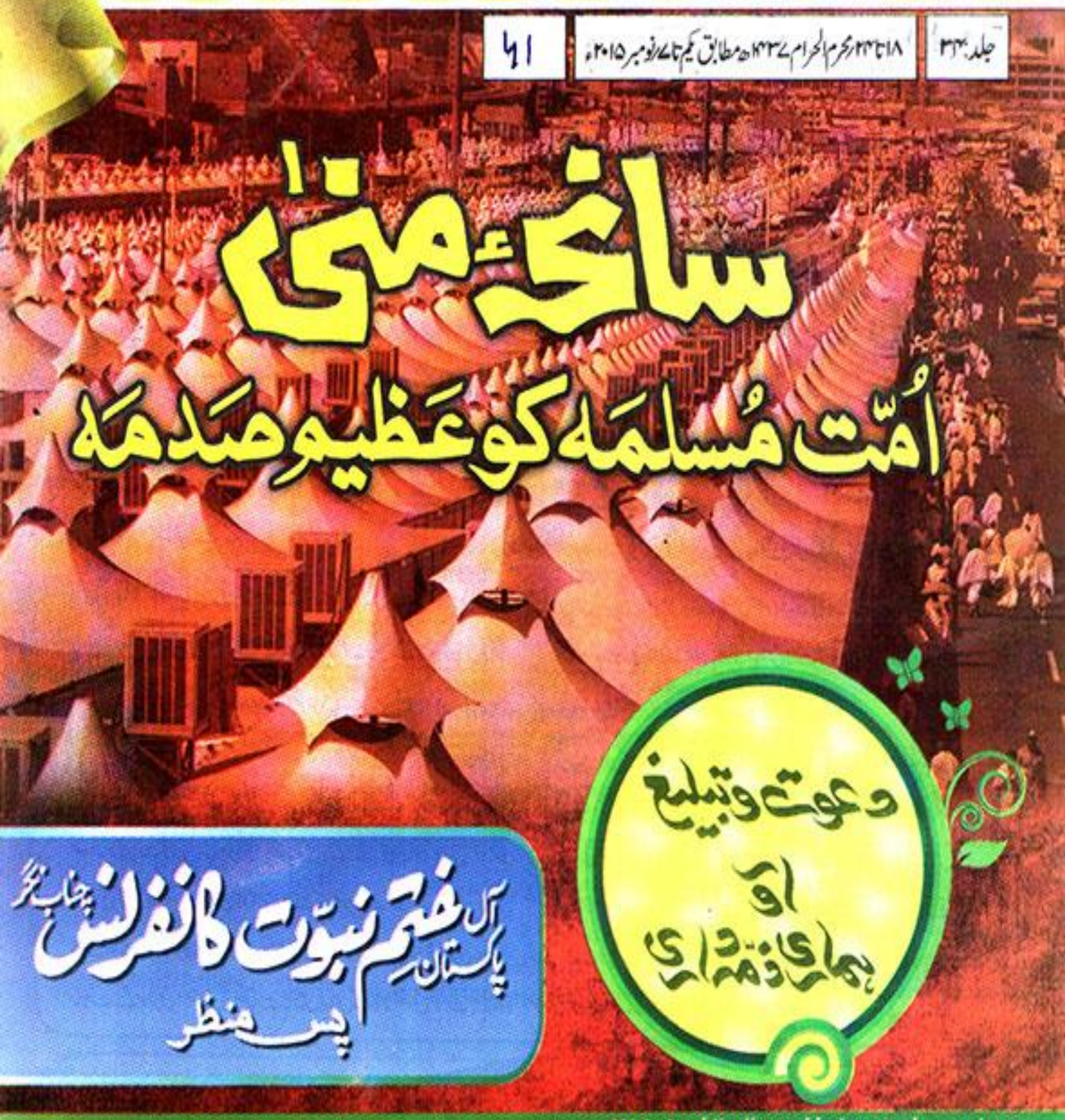

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

س:...... ہمارے علاقہ میں یہ رواج ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر ساری مجلس دعا کرتی ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کو بُرا سمجھتے ہیں کیا شرعی لحاظ سے یہ درست ہے؟ اور کیا اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں ہاتھ اٹھانا ضروری ہوتا ہے یا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی دعا پڑھ سکتے ہیں؟

ج:...... مطلقاً دعا کے لئے رفع یدین (ہاتھ اٹھانا) مستحب ہے اور یہ آدابِ دعا میں سے ہے مگر خاص خاص مواقع پر جو مسنون دعاؤں کو پڑھا جاتا ہے ان میں ہاتھ اٹھانا شرعاً ثابت نہیں۔ مثلاً سوتے وقت کی دعائیں سوکر اٹھتے وقت کی دعائیں، صبح وشام کی خاص دعائیں، مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے ہوئے، گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے کی دعائیں وغیرہ اسی طرح کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد کی دعا مانگ لینے میں تو کوئی حرج نہیں، مگر اس کو ضروری سمجھنا اور ایسا نہ کرنے والوں کو ملامت کرنا اور بُرا سمجھنا غلط ہے۔

کیا صدقہ کے لئے بکرا ضروری ہے؟

س:...... کسی بیماری کی طرف سے بکرا صدقہ کرنا یا گوشت چیل، کوؤں کو کھلانا کہ اس کی برکت سے جلد شفا ہو جائے، شرعاً صحیح ہے؟ کیا بکرا صدقہ کرنا ضروری ہوتا ہے یا اتنی رقم کسی غریب کو دے کر اس کی ضرورت بھی پوری کی جاسکتی ہے؟

ج:...... آفات اور بلاؤں سے حفاظت کے لئے شریعت میں مطلقاً صدقہ وخیرات کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کے لئے کسی جانور کا ذبح کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ حسب توفیق جو میسر ہو سکے کسی ضرورت مند اور مستحق کو دے دیا جائے اور صدقہ بصورت نقد زیادہ افضل ہے کیونکہ مستحق اس کو اپنی ضرورت اور حاجت کے مطابق استعمال کر سکتا ہے۔ چیل کوؤں کو کھلانا فضول حرکت ہے، وہ اپنی خوراک کا خود ہی اہتمام کر لیتے ہیں۔

بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو؟

س:...... اگر بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو کیا وہ پانی ناپاک ہو جائے گا یا اس کو استعمال کر سکتے ہیں؟

ج:...... اگر معلوم ہو کہ بچے کے ہاتھ ناپاک نہیں تھے تو یہ پانی بلاشبہ صاف اور پاک ہے اور اگر بچے کے ہاتھ ناپاک ہونے کا علم ہو تو پھر یہ پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر شک ہو تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس پانی کو استعمال نہ کیا جائے اور وضو وغیرہ نہ کیا جائے، لیکن اگر وضو کر لیا گیا تو درست ہو جائے گا۔

"وكذا الصبي اذا دخل يده في البئر اوفي الاناء لايتوضو منه استحسانا مالم ينزح وان لم ينزح وتوضأ جاز۔"

(فتاویٰ خانیہ ص:۵، ج:۱)

غروب آفتاب کے وقت نمازِ عصر ادا کرنا

س:...... اگر بھولے سے یا کسی مصروفیت کی وجہ سے عصر کی نماز کوئی نہ پڑھ سکا ہو اور سورج غروب ہو رہا ہو تو کیا اس وقت عصر کی نماز پڑھ لیں یا سورج ڈوب جانے کا انتظار کریں اور بعد میں قضا پڑھیں؟

ج:...... عصر کی نماز میں اتنی تاخیر کر دینا کہ سورج غروب ہونے لگے مکروہ تحریمی ہے، تاہم جس نے نماز نہ پڑھی ہو وہ جلدی جلدی فرض پڑھ لے تو نماز ادا ہو جائے گی اور قضا کر دینا تو اور بھی گناہ ہے، اس لئے اس مکروہ وقت میں ہی عصر کی نماز ادا کر لی جائے۔ یہ حکم وقتی عصر کی نماز کے لئے ہے، اگر کسی نے قضا نماز پڑھنی ہو یا نفل پڑھنے ہوں تو وہ سورج غروب ہونے کے بعد پڑھے۔ سورج غروب ہوتے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

جلد:۳۴ ۱۸تا۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق یکم تا ۷ نومبر ۲۰۱۵ء شمارہ:۴۱

مجلس ادارت
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ

اس شمارے میں!

سانحہ منیٰ.... امت مسلمہ کیلئے عظیم صدمہ	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
مولانا عبدالرحیم بستوی کا سانحہ ارتحال	۸	مولانا شفیق احمد خان بستوی
گستاخ رسول کی سزا	۱۲	محمد حمزہ نوید، جھنگ
دعوت وتبلیغ اور ہماری ذمہ داری	۱۳	مولانا سید محمد رابع حسن ندوی
سالانہ ختم نبوت کانفرنس، چناب نگر کا پس منظر	۱۵	مولانا مفتی خالد محمود
حسنی اور حسینی کردار!	۱۹	مولانا حافظ گلزار احمد آزاد
ایک امریکن خاتون کا قبول اسلام	۲۱	مسعود حسن حسنی ندوی
غیبت اور بدگمانی سے بچئے!	۲۳	مولانا ابوضیاء الرحمٰن ہزاروی
سانحہ منیٰ.... کچھ قابل غور پہلو	۲۵	مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

زرتعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

سانحہ منیٰ ...... امتِ مسلمہ کے لئے عظیم صدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہِ الذین اصطفیٰ

یہ دنیا دار الفناء اور آخرت دار البقاء ہے، یہاں جو بھی آیا ہے وہ جانے کے لئے ہی آیا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

۱:''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً وَّاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ۔'' (الانبیاء:۳۵)

ترجمہ:''ہر جی کو چکھنی ہے موت اور ہم تم کو جانچتے ہیں برائی سے اور بھلائی سے آزمانے کو اور ہماری طرف پھر کر آ جاؤ گے۔''

۲:''کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔'' (الرحمن:۲۶-۲۷)

ترجمہ:''جتنے (ذی روح) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور صرف آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت والی اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔''

لیکن ہر ایک کے اس دنیا سے جانے کے اسباب مختلف ہوتے ہیں: کوئی بستر پر پڑے پڑے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرتا ہے تو کوئی ہسپتال میں اپنی زندگی ہار بیٹھتا ہے۔ کوئی شراب کے نشہ میں دُھت اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو کوئی اپنی زبان ذکر اللہ سے تر رکھے ہوئے، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاملتا ہے۔ کوئی عین نماز کی حالت میں سربسجود کیے ہوئے اپنے رب سے جاملاقات کرتا ہے تو کوئی احرام کی دو چادریں پہنے ہوئے جنت کی دہلیز تک پہنچ جاتا ہے اور قیامت میں حجاج کی صف میں کھڑے ہونے کا اعزاز اور تمغہ ابھی سے حاصل کر لیتا ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''تم جس طرح زندگی گزارو گے اسی طرح موت آئے گی اور جس طرح موت آئے گی قیامت کے دن اسی حالت میں اُٹھائے جاؤ گے۔''

''کما تعیشون تموتون و کما تموتون تبعثون۔'' (روح البیان، سورۂ آل عمران، ج:۲، ص:۱۲۵، ط:دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ:''جیسے تم زندگی گزارو گے ویسے ہی تمہاری موت آئے گی اور جیسے تمہاری موت آئے گی ویسے ہی تم (قیامت میں) اٹھائے جاؤ گے۔''

غزوۂ احد کے موقع پر آپ ﷺ کے سگے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور ان کا مثلہ کیا گیا، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: مجھے اگر اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے غمگین اور زیادہ افسردہ ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح چھوڑ دیتا، ان کو درندے اور پرندے کھاتے اور قیامت کے دن وہ بھی میرے چچا کی اس شہادت پر گواہی دیتے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''حدّثنا عبید اللّٰہ بن موسٰی عن أسامة بن زیدٍ عن الزھری عن أنسٍ قال: لمّا کان یوم أحدٍ، مرَّ النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بحمزة وقد جدع ومثّل به، فقال: لولا أن تجد صفیّة لترکته حتّی یحشرہ اللّٰہ من بطون السّباع والطیر، ولم یصلّ علی أحدٍ من الشّھداء، وقال: أنا شھیدٌ علیکم الیوم۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ، تحلیل الحیۃ، ج:۱۴، ص:۲۶۰، ط: الدار السلفیہ، الہند)

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں ایک صحابیؓ اونٹ سے گر کر فوت ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اغسلوه بماء وسدر وكفنوه في ثوبين ولا تمسوه طيبا ولا تخمروا رأسه ولا تحنطوه فإن الله يبعثه يوم القيامة ملبيا۔''

(صحیح البخاری، ج:۱،ص:۲۹۶، باب المحرم یموت بعرفۃ ولم یأمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن یؤدی عنہ بقیۃ الحج، ط: الطاف اینڈ سنز، کراچی)

ترجمہ: ''اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، دو کپڑوں میں کفن دو، خوشبو مت لگاؤ، نہ اس کے سر کو ڈھانپو اور نہ حنوط لگاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھائے گا۔''

اس سال حج کے دوران حجاج کرام کو دو عظیم سانحات پیش آئے: ایک تو مسجد حرام میں کرین گرنے کا سانحہ جس میں دو سو سے زائد حجاج کرام شہید اور سینکڑوں زخمی ہوئے اور دوسرا منیٰ میں پیش آنے والا سانحہ، جس پر پورا عالم اسلام افسردہ، غمزدہ اور عظیم صدمہ سے دوچار ہوگیا ہے۔ ایک طرف دیکھا جائے تو اس میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھنے والے مسلمانوں کے لئے شہادت کے رتبہ کے ساتھ ساتھ عظیم انعامات اور بشارات ہیں، وہ آخرت کے اعتبار سے کامیاب لوگ شمار کیے جائیں گے، احرام کی حالت میں قیامت تک حج کا ثواب پاتے رہیں گے، طواف کر رہے تھے تو ہمیشہ ان کو طواف کا ثواب ملتا رہے گا، نماز میں تھے تو قیامت تک نماز کا اجر حاصل کرتے رہیں گے، لیکن دوسری طرف دیکھا جائے تو ان دونوں حادثات میں انسانی کوتاہیوں، گناہوں اور غلطیوں کا بھی بڑا دخل ہے۔

جس دن حرم میں کرین گرنے کا حادثہ پیش آیا، یہ حادثہ عصر کی نماز کے بعد ہوا، اسی دن ظہر کی نماز کے بعد صفا کی طرف جانے والے ایک راستہ کو ڈیوٹی پر مامور پولیس اہلکاروں اور محافظین نے بند کر رکھا تھا، لیکن ایک جتھا آیا، اس نے دھکے دے کر ان رکاوٹوں کو دور کیا اور محافظین و پولیس اہلکاروں پر ہاتھ بھی اٹھائے، حالانکہ یہ تمام پولیس اہلکار اور محافظین حجاج کرام کی سہولت اور انہیں کے فائدہ کے لئے یہ تمام انتظامات کرتے ہیں، لیکن جب ان کے ساتھ ہاتھاپائی کی جائے اور ان کو دھکے دیے جائیں تو کیا اللہ تبارک وتعالیٰ کے غضب کو جوش نہیں آئے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے گھر کی بے حرمتی کرنے والوں اور اپنے گھر کے محافظین کا انتقام نہیں لیں گے؟

اس کے علاوہ آج کے حجاج کرام کی اکثریت اللہ کے گھر کی عظمت اور حرمت کو اتنا پامال کرتی ہے کہ ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں اُبھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا عذاب نہ نازل ہو جائے۔ بے پردگی اور بے حجابی تو پہلے بھی تھی، لیکن موبائل آجانے کے بعد تقریباً ہر تیسرا چوتھا آدمی مسجد حرام اور مطاف میں مووی بناتا نظر آتا ہے، جس میں مرد وزن سب شامل ہیں اور مووی بھی اس طرح کہ بیت اللہ کی طرف پشت کی ہوئی ہوتی ہے اور دوسری طرف ان کا رخ ہوتا ہے، جس سے بیت اللہ کی بے حرمتی اور بے وقعتی صریح لازم آتی ہے، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عذاب نہیں آئے گا تو کیا آئے گا؟

رہا ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۱۵ء کو پیش آنے والا منیٰ کا سانحہ، یہ بھی اچانک اور اتفاقی حادثہ نہیں ہے، اس میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والے اعمال اور عناصر کا ہی بڑا دخل ہے۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ: ایک ملک کے حجاج کا ایک جتھا جس کے باہر کمانڈو قسم کے مردوں کا حصار اور اس کے اندر عورتیں جو کافی دور اور دیر سے مختلف نعرے لگاتے ہوئے جمرات تک پہنچتے ہیں اور وہ حصار بدستور موجود ہے اور وہ اتنا مضبوط ہے کہ قریب کوئی اور حاجی جمرات کر ہی نہیں سکتا۔ ایک حاجی صاحب کے بقول کہ میں نے کوشش کی کہ میں اس جتھے سے بچ بچا کر جمرات کرلوں، لیکن وہ اتنا مضبوط اور اس کا بہاؤ اتنا زیادہ کہ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں یہ مجھے ہی نہ روند ڈالیں، اس لئے میری کوشش ناکام ہوگئی۔ بہرحال جب یہ جتھا اسی طرح حصار بنائے جمرات پر پہنچا تو اس نے مختلف نعرے لگانے کے ساتھ ساتھ کنکریوں کو صرف سات تک محدود نہیں رکھا، بلکہ ہر ایک نے ایک تھیلی بھری ہوئی تھی جب تک وہ خالی نہیں ہوئی، وہ مسلسل کنکریاں مار رہا تھا اور اپنی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ کنکریوں سے فراغت کے بعد یہ جتھا اسی انداز میں واپس ہوا، جس انداز میں یہاں آیا تھا اور آگے جا کر بجائے مقررہ راستوں پر جانے کے رکاوٹیں عبور کر کے غلط سمت کی طرف جانے کی کوشش کی، سعودی محافظین نے روکنے کے بہت جتن کیے، لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور آگے نائجیریا کا بھی ایک بڑا قافلہ آرہا تھا، جس سے دونوں کا ٹکراؤ ہوا، اس پہلے جتھے کے کچھ لوگوں نے گرمی اور حبس کی وجہ سے حصار سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو اس سے بھگدڑ مچی اور یہ سنگین حادثہ رونما ہوا، اس کے علاوہ اور بھی کئی عوامل اس میں کارفرما ہوں گے، لیکن ظاہراً یہی بتایا گیا، جس میں گیارہ سو سے زیادہ جانیں ضائع ہوئیں اور ابھی تک کئی لاپتہ اور زخمی ہیں، لیکن اس حادثہ کے فوراً بعد ایک ملک کے ذمہ داران کے سعودی عرب کو دھمکی آمیز بیانات اور اس کے متصل ہی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اس مسئلہ کو اٹھانا اور حرمین کو کھلا شہر قرار دینے کا مطالبہ کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ پلان اور منصوبہ بھی جزیرۂ عرب میں بپا شورش کو بھڑکانے کا حصہ تھا، جس کو سعودی عرب کی

دانشمندانہ قیادت نے بڑے تحمل، برداشت اور بردباری سے کنٹرول کیا۔ ہماری اس بات کی تائید ۱۹رذوالحجہ ۱۴۳۶ھ،۴راکتوبر ۲۰۱۵ء بروز اتوار روزنامہ امت کے کالم نگار جناب امجد چوہدری کے کالم ''سانحہ منیٰ حادثہ یا سازش؟'' کے آخر میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی ہوتی ہے، جناب موصوف لکھتے ہیں:

''خطے کی اس صورت حال کو مدنظر رکھا جائے تو سانحہ منیٰ میں سازش کا امکان نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ واقعہ اس بار پیش بھی ایسی جگہ آیا ہے جہاں بظاہر ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا، اس سے پہلے بھگدڑ کے واقعات جمرات پل پر پیش آتے رہے ہیں، لیکن اس بار یہ وہاں سے کچھ دور اس وقت پیش آیا جب شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد ایرانی حجاج کا ایک گروپ آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے کی طرف ہی پلٹ آیا اور چوک نما جگہ پر ان کا جمرات پل کی جانب بڑھنے والے حجاج سے ٹکراؤ ہوگیا۔ ایرانی حجاج کی شہادتیں زیادہ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے۔ اگر آپ سازشی نظریے سے دیکھیں تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ سعودیہ کو عدم استحکام کا شکار کرنے کی خواہش مند طاقتوں نے حجاج کے روپ میں اپنے چند تربیت یافتہ ایجنٹ بھیج دیئے ہوں، اتنے بڑے مجمع کو کسی غلط رخ کی جانب موڑنا تو ان ایجنٹوں کے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوسکتا ہے۔ اس میں تو انہوں نے بس ایک ساتھ آوازیں لگا کر یا اشاروں سے ایک طرف رخ ہی متعین کرنا ہوگا، اس کے بعد تو لوگ خود ہی چل پڑیں گے۔ سعودی عرب کے پاس اسکیننگ کا تو کوئی نظام نہیں کہ وہ دیکھ سکے کہ جو ۲۵ر لاکھ عازمین اس کی سرزمین پر آرہے ہیں، ان کا پس منظر کیا ہے؟ شناخت بدل کر کوئی بھی ملک اپنے ایجنٹ عازمین کی صورت میں وہاں بھیج سکتا ہے۔ سازش ہونے کی سوچ کو سانحہ منیٰ کے بعد کے واقعات سے بھی تقویت ملتی ہے۔ افسوس ناک طور پر بعض ممالک نے اس معاملے پر غیر معمولی شور شرابا شروع کردیا۔ سعودی عرب کو دھمکیاں تک دی گئیں۔ اس سے پہلے بھی حادثات ہوئے ہیں، لیکن اس بار جس طرح رد عمل ظاہر کیا گیا، یہ خطے کے حالات کا عکاس بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ سب کچھ پہلے سے طے شدہ اسکرپٹ کے مطابق کیا گیا ہو، مثلاً اقوام متحدہ میں اس مسئلے کو اٹھانے کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا، حتیٰ کہ مقامات مقدسہ کو عالمی تحویل میں دینے کے مطالبے کی آوازیں بھی سنی گئیں۔ اس سانحے میں سازش کی بو آنے کی ایک اور وجہ وہ خط بھی ہے جو برطانوی میڈیا میں اس حادثے کے فوراً بعد سامنے لایا گیا، ایک نامعلوم شہزادے کے حوالے سے شائع اس خط میں تقریباً وہی باتیں کہی گئیں جو سعودیہ کے دشمن کررہے ہیں، یعنی کہ سانحہ منیٰ کو جواز بنا کر موجودہ سعودی قیادت کو ناکام قرار دیا گیا، خط میں سعودی شاہی خاندان کو شاہ سلمان کے خلاف بغاوت پر اُکسانے کی کوشش کی گئی، ایسا بھی پہلی بار ہوا ہے کہ حج پر کسی سانحے کے بعد سعودی شاہ کی معزولی کا مطالبہ سامنے لایا جائے اور وہ بھی ایک نامعلوم سعودی شہزادے کے حوالے سے۔ اب پتہ نہیں یہ خط تیار کرنے والا نامعلوم شخص شہزادہ ہے بھی یا نہیں، لیکن اس خط کا مقصد واضح ہے کہ سعودی شاہی خاندان میں اختلافات کے بیج بوئے جائیں۔ دشمن کی نظریں اب ہمارے مقامات مقدسہ پر ہیں۔ رب العالمین ہم پر رحم کرے اور مسلمانوں کو ان سازشوں کو سمجھنے اور انہیں ناکام بنانے کی سمجھ اور ہمت دے۔ ان مقامات کی حفاظت تو رب العالمین کریں گے، وہی رب جس نے ابرہہ کے لشکر کو پرندوں کے ذریعہ نیست و نابود کردیا تھا، لیکن ہماری بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں، اگر امت مسلمہ نے یہ ذمہ داریاں ادا نہ کیں تو قیامت کے روز ہم پکڑ سے نہیں بچ سکیں گے۔''

(روزنامہ امت، ۱۹رذوالحجہ ۱۴۳۶ھ، ۴راکتوبر ۲۰۱۵ء، بروز اتوار)

ہماری وفاقی حکومت کے وفاقی وزیر خزانہ جناب اسحاق ڈار صاحب نے بھی اپنے بیان میں کچھ اسی طرح کا اشارہ کیا ہے:

''اسلام آباد (خبر ایجنسیاں) وفاقی وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے کہا ہے کہ سانحہ منیٰ میں ایک ملک کے لوگ ملوث تھے، بدھ کو پریس کانفرنس میں انہوں نے سانحہ منیٰ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس واقعے پر دل دکھی ہیں۔ پہلے حرم میں کرین گرنے کا واقعہ ہوا، اس میں بھی پاکستانی شہید ہوئے، اس کے بعد منیٰ میں سانحہ ہوگیا۔ وزارت خارجہ اور وزارت مذہبی امور کا سعودی حکام سے رابطہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں ملنے والی اطلاعات کے مطابق ایک ملک کے ۲۵۰ر افراد سے زائد پر مشتمل گروپ اُلٹا چلا تھا، جس کے نتیجے میں بھگدڑ

شروع ہوئی اور سینکڑوں افراد شہید ہوگئے۔ وزیر خزانہ نے کسی ملک کا نام لینے سے گریز کرتے ہوئے کہا کہ یہ بین الاقوامی معاملہ ہے۔"

(روزنامہ امت، یکم اکتوبر ۲۰۱۵ء)

تمام شواہد دیکھنے کے بعد اس ملک کے وزیر صحت کو اعتراف کرنا پڑا کہ سعودی عرب منیٰ حادثے میں بے قصور ہے:

"دبئی (امت نیوز/ ایجنسیاں) ایران کے وزیر صحت نے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای کے بیان کے برعکس منیٰ میں بھگدڑ کے دوران پیش آنے والے حادثے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حادثے میں سعودی عرب کی حکومت کو قصوروار نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ العربیہ ٹی وی کے مطابق ایرانی وزیر صحت حسن ہاشمی نے اپنے سعودی ہم منصب انجینئر خالد بن عبدالعزیز الفالح سے جدہ میں ملاقات کے دوران منیٰ حادثے کے بعد سعودی حکومت کی جانب سے کیے گئے ہنگامی امدادی اقدامات کو سراہا، انہوں نے کہا کہ منیٰ میں بھگدڑ کے نتیجے میں پیش آنے والا حادثہ المناک ہے، مگر اس میں سعودی حکومت کا کوئی قصور نہیں.........."

(روزنامہ امت، یکم اکتوبر ۲۰۱۵ء)

بہرحال اللہ تبارک وتعالیٰ کے غضب سے ہر حال میں ڈرتے رہنا چاہیے، خصوصاً حج کے ایام میں اور ارضِ مقدس پر تو بہت زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ جیسے یہاں دعائیں نقد اور فوری قبول ہوتی ہیں، ویسے ہی یہاں بے ادبی، گستاخی اور بے حرمتی کرنے پر گرفت بھی فوراً ہی ہوتی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔" (الحج:۲۵)

ترجمہ: "اور جو اس میں چاہے ٹیڑھی راہ شرارت سے اسے ہم چکھائیں گے ایک عذاب دردناک۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ ان چیزوں سے ہر ایک کو محفوظ فرمائے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ، نائب امراء، ناظم اعلیٰ ودیگر مرکزی راہنما منیٰ کے سانحہ پر افسردہ ہیں اور سعودی عرب کے فرمانروا شاہ سلمان اور ان کے رفقاء ومعاونین سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور بھرپور حج انتظامات کرنے پر انہیں خراجِ عقیدت بھی پیش کرتے ہیں۔

....

حجاج کرام بتاتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا مطاف میں کنکریاں ہوتی تھیں جو پاؤں کو چبھتی تھیں۔ اسی طرح پینے کے لئے وافر مقدار میں پانی نہیں ملتا تھا، کچھ عرب بدو صراحی نما برتن لئے ہوئے ایک چھوٹی سی پیالی میں پانی ڈال کر دیتے اور پھر اس پر پیسے مانگتے تھے۔ اسی طرح جمرات پر ہر سال بھگدڑ مچتی تھی، کیونکہ ایک تو یہ ستون نما تھے اور جگہ کم ہوتی تھی اور دوسرا یہ کہ آنے اور جانے کا راستہ ایک ہوتا تھا۔ لیکن اب دیکھیں پانی ہر جگہ وافر مقدار میں موجود ہے، آپ مسجد الحرام سے مزدلفہ تک چلے جائیں، آپ کو جگہ جگہ ٹھنڈے پانی کے کولر لگے ملیں گے اور اوپر سے آبشار نما کھمبے آپ کے جسم وجان کو راحت پہنچانے میں مصروف ملیں گے اور اس پر مزید دس ذوالحجہ کو سعودی عرب کی پولیس اور فوج کے نوجوان ہر بزرگ حاجی اور کمزور آدمیوں پر ٹھنڈے پانی کی بوتلوں اور مشینوں کے ذریعہ اسپرے کرتے نظر آئیں گے۔ زمزم حرمین میں وافر مقدار میں ملتا ہے۔ مسجد الحرام اور مطاف کی توسیع کو دیکھیں تو آدمی حیران ہوجاتا ہے، ابھی جو باب عبداللہ کی طرف نئی تعمیر ہوئی ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور سنا ہے کہ ابھی دو تین سال مزید اس کی تکمیل، تزئین وآرائش میں لگیں گے۔ جمرات کی توسیع تو کثیر المنزلہ اور بہت زیادہ کشادہ کردی گئی ہے اور اوپر سے ہیوی قسم کے پنکھے لگادیے گئے ہیں کہ آدمی وہاں بہت زیادہ ٹھنڈک اور تازگی محسوس کرتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جمرات تقریباً پانچ منزلہ بنائی گئی ہے اور ہر روڈ سے آنے والوں کے لئے الگ الگ منزل رمی کے لئے مقرر کی گئی ہے اور اگر کسی وقت کسی منزل پر رش ہوجائے تو راستے میں لگی لائیں نشان دہی کرتی ہیں کہ ابھی رش ہے، آپ جمرات کے لئے نہ جائیں۔ ان تمام انتظامات اور تعمیرات کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ سعودی حکام نے حرمین شریفین کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھولے ہوئے ہیں اور اس پر کسی حساب وکتاب کی ان کو کوئی پرواہ نہیں۔

بہرحال حج کے حوالہ سے اس سال بھی سعودی انتظامات میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں تھی، الحمدللہ! ہر اعتبار سے تمام انتظامات بھرپور تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی ان خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور حرمین شریفین کو شریروں کے شر اور دشمنوں کی دشمنی سے محفوظ فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

دارالعلوم دیوبند کے بزرگ استاذ

حضرت مولانا عبدالرحیم بستویؒ کا سانحۂ ارتحال

مولانا شفیق احمد خان قاسمی بستوی

علم وعمل کی پاکیزہ خوبیوں سے آراستہ، شفقت ورافت کے نمایاں وصف کے حامل بزرگ استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب صدیقی بستویؒ چند ماہ بستر علالت پر گزار کر دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت الاستاذ مرحوم دارالعلوم دیوبند میں عرصہ چونتیس سال سے تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے۔ طلبا کے ساتھ بے پناہ شفقت و ہمدردی آپ کا ایسا ممتاز وصف تھا کہ طلبا کے ماحول میں آپ کو ''ابا جی'' کے نام ولقب سے پکارا جاتا تھا۔ دیگر اساتذہ کرام کے ساتھ بھی آپ کا ہمدردانہ سلوک ایسا تھا کہ تمام ہی اساتذہ آپ سے یکساں محبت فرماتے تھے، وقتاً فوقتاً اساتذہ کرام کے گھروں پر خود ہی تشریف لے جاتے تو کبھی آپ کے ہاتھوں میں سبزیوں کی تھیلی ہوتی، تو کبھی پھلوں کا ٹوکرا یا تھیلی ہوتی تھی اور یہ محض ''تہادو اتحابو'' کی عملی شکل ہوتی تھی۔

دارالعلوم دیوبند کے چند اساتذہ کے علاوہ تقریباً سب ہی آپ سے نسبت وتفضیلات میں ثانوی درجہ کے حامل تھے، کیونکہ اب دارالعلوم دیوبند میں حضرتؒ کے علاوہ صرف چند ہی حضرات ایسے ہیں جو حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کے تلامذہ ہیں اور سطور زیریں سے یہ بھی واضح ہوگا کہ حضرت مرحوم، حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے باکمال تلامذہ میں سے تھے۔

حضرت الاستاذ مرحوم نے دارالعلوم دیوبند میں اپنا دور طالب علمی ایک ذہین وزیرک اور باکمال طالب علم کی حیثیت سے گزارا، چنانچہ تقسیم ہند کے کچھ عرصہ بعد ہی کا زمانہ رہا ہوگا جب کہ حضرت الاستاذ علیہ الرحمۃ زیر تعلیم تھے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک مشہور ومعروف بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبدالباری ندوی علیہ الرحمۃ تھے جو اپنی علمی خوبیوں اور کمالات پر (جب کہ میں نے بڑوں سے سنا کہ) نازاں بھی تھے اور بالخصوص وہ یہ بھی کبھی کبھی اپنی گفتگو میں کہہ دیا کرتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند میں میرے مقابل کی کوئی شخصیت نہیں ہے، گویا وہ معاصرانہ چشمک کی وجہ سے علماء دارالعلوم دیوبند کو اپنے سے ثانوی حیثیت کا سمجھتے تھے۔ یہ اپنی معقولات میں مہارت کے سبب عبدالباری فلسفی کے نام سے پکارے جاتے تھے، ایک مرتبہ یہ دیوبند تشریف لائے تو حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کے یہاں مہمان ہوئے اور حضرت مدنیؒ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ دارالعلوم کی زیارت کرنی ہے تو حضرت مدنیؒ نے اپنے خادم خاص مولانا محمد سلطان بجنوریؒ کو فرمایا: مولانا شیطان صاحب (یہ بطور مزاح کے فرمایا) آج آپ مولانا عبدالباری فلسفی صاحب کو دارالعلوم دکھلاؤ! تو مولانا سلطان صاحب وہاں فلسفیؒ کو عصر کی نماز کے بعد لے کر جنگل کی طرف تفریح وچہل قدمی کی نیت سے نکلے تو چند ہی لمحوں بعد آبادی سے باہر نکل گئے اور ہرے بھرے کھیتوں اور کہیں جنگلی جھاڑیوں کے پاس پہنچے تو کچھ طلبا کے مباحثہ اور مدلل جھگڑے کی آوازیں آئیں جو کسی علمی مسئلہ پر آپس میں بحث کر رہے تھے، یہ سن کر حضرت فلسفیؒ نے مولانا سلطان صاحب سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ مولانا سلطان صاحب نے جواب دیا: یہ دارالعلوم ہے! آگے چلے تو ٹہلتے ہوئے واپس ہونے لگے تو جنگل ہی میں مغرب کا وقت ہوگیا تو کہیں جھاڑیوں میں سے آواز آئی کہ نماز باجماعت ہو رہی ہے، ایک طالب علم امامت کر رہا ہے اور تلاوت کر رہا ہے، تو فلسفی صاحبؒ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ مولانا سلطان صاحب نے جواب میں کہا: یہ دارالعلوم ہے۔ یہ حضرات بھی جا کر طلبا کی جماعت میں شامل ہوگئے، اور نماز مغرب ادا کی، پھر واپس دارالعلوم پہنچے تو صدر دروازے سے اندر آئے احاطہ مولسری میں نودرہ کی جگہ پر طلبا کا ہجوم دیکھا جو قرآن پڑھ رہے تھے اور بہت سے طلبا کتب کی مراجعت وتکرار میں مشغول تھے اور ایک عجیب روح پرور منظر تھا، حضرت فلسفیؒ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ مولانا سلطان صاحبؒ نے وہی جواب دیا: یہ دارالعلوم ہے! اسی جگہ پر دیکھا کہ ایک طالب علم منطق کی معروف کتاب ''ملا حسن'' کا تکرار کر رہا ہے اور طلبا کی ایک بڑی تعداد اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے جو بغور اس کا تکرار سننے میں محو ہے۔ حضرت فلسفیؒ کے ذوق کی چیز نظر آئی اور جا کر اس طالب علم کے تکرار میں بیٹھ گئے اور اس طالب علم کا سبق بغور سماعت فرمایا اور دوران تکرار بعض اشکالات بھی اس طالب علم سے کیے تو اس طالب علم

نے چٹکیاں بجاتے ہوئے حضرت فلسفیؒ کے اشکالات کے جوابات دے دیئے اور ان کو خاموش کر دیا۔ چنانچہ فلسفی صاحبؒ اس طالب علم کی مہارت منطق سے بہت متاثر ہوئے اور عشاء کے وقت واپس مدنی منزل پہنچے اور حضرت مدنی علیہ الرحمۃ سے ملاقات ہوئی تو حضرت مدنیؒ نے مولانا سلطان بجنوریؒ سے پوچھا کہ آپ نے مولانا عبدالباری فلسفی صاحب کو دارالعلوم دکھایا؟ جواب دیا کہ جی حضرت! ان کو دارالعلوم دکھلایا ہوں۔ حضرتؒ نے فلسفی علیہ الرحمۃ سے پوچھا: جناب! دارالعلوم کو کیسا پایا؟ حضرت فلسفی صاحب نے اپنے مثبت تاثرات کا اظہار فرمایا اور دورہ میں منطق کی کتاب ''ملا حسن'' کا تکرار کرانے والے طالب علم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ہم سمجھتے تھے منطق و فلسفہ کے میدان میں ہمارا کوئی مقابل دارالعلوم دیوبند میں نہیں ہے، لیکن آج تو آپ کے ایک طالب علم کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ہم اب تک خام و خیالی میں مبتلا تھے۔ جب یہاں کا ایک طالب علم ہمیں چپ کرا سکتا ہے تو یہاں کے اساتذہ کا کیا حال ہوگا؟ بہر حال حضرت علامہ عبدالباری فلسفیؒ جیسے غیر منفعل مزاج شخص کو دارالعلوم دیوبند کے ایک طالب علم نے انفعال کی کیفیت سے دوچار کر دیا۔ ماضی قریب کے حقیقت نگار نے یہ سچ لکھا ہے کہ وہ سعادت مند اور صاحب استعداد و لیاقت طالب علم احقر کی اس تحریر کا موضوع بننے والے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالرحیم بستویؒ ہی تھے۔

حضرت مولانا مرحوم منطق و فلسفہ میں بے مثال ذوق اور بڑی مہارت کے انسان تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۵۴ء میں آپؒ فارغ ہوئے اور اس کے بعد آپ نے عملی زندگی کا آغاز فرمایا اور جنوبی ہندوستان کے شہر ہندوپور کے معروف مدرسہ شمس العلوم میں تدریس و افتاء و ارشاد کی خدمت سے وابستہ ہوئے، یہاں رہتے ہوئے آپ نے افتاء و ارشاد اور اصلاحی میدان میں بہت وسیع پیمانے پر خدمات انجام دیں یہ احقر کے زمانہ طالب علمی کی بات ہے کہ احقر تحفیظ سے فارغ ہو کر درجہ اولیٰ میں داخل ہوا تھا، تو کئی مرتبہ بنگلور سے شائع ہونے والے معروف ہفت روزہ ''نشیمن'' کے کچھ شمارے دیکھنے کو مل جاتے تھے، اس میں حضرت الاستاذ مرحوم کے مضامین اور فقہ و فتاویٰ پر مشتمل کالم ہوتے تھے اور معلوم ہوا کہ ہفت روزہ ''نشیمن'' میں آپ کا فقہ و فتاویٰ پر مشتمل سلسلہ وار کالم شائع ہوتا تھا۔ یہ ہفت روزہ ہندوستان کے اردو اخبارات میں ایک موقر جریدہ شمار ہوتا تھا۔ اس تحریری خدمات کے ذریعہ لاکھوں لوگ حضرت علیہ الرحمۃ کے علم و ارشاد سے مستفید ہوئے اور اس طرح بنگلور، مدراس، حیدر آباد یعنی جنوبی ہند کے طویل و عریض علاقہ میں آپ کی علمی شہرت بڑھتی گئی اور آپ کا حلقہ ارادت وسیع ہوتا گیا۔ جس کا مشاہدہ احقر نے بذات خود بنگلور جا کر کیا اور بہت سارے لوگوں کو حضرتؒ کی عقیدت و محبت سے سرشار پایا اور احقر کو بحمداللہ! حضرت علیہ الرحمۃ کی شفقت و محبت کے سایہ میں ہی رہ کر بنگلور و میسور کا متعدد بار سفر نصیب ہوا۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

یہ کوئی ۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء کی بات ہے اور اسلامی کلینڈر کے اعتبار سے ۱۴۰۲ھ کی ہے جب حضرت علیہ الرحمۃ کا دارالعلوم دیوبند بحیثیت مدرس تقرر ہوا اور پہلے ہی سال احقر کو حضرت سے منطق کی کتاب ''مرقاۃ'' اور ''تہذیب'' پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

نہایت صاف ستھری گفتگو فرماتے تھے، دوران سبق طلبا کے ساتھ ایسا پُر شفقت انداز ہوتا تھا کہ ہر طالب علم حضرتؒ سے مانوس و مالوف دکھائی دیتا تھا، کبھی کبھی آپؒ طلبا کو لطائف اور چٹکلے سناتے تو ایسے سنجیدہ انداز میں کہ خود بالکل بھی نہیں ہنستے تھے اور سننے والے طلاب ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔ آپ کے چٹکلوں اور تکلیفوں میں عموماً نصیحت و حکمت بھری ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: ایک بڑے میاں جو بڑھاپے کی وجہ سے جھک گئے تھے اور ان کی کمر ٹیڑھی ہوگئیت تھی، کہیں سے چلے جا رہے تھے تو کچھ من چلے لڑکوں نے ان سے کہا: بڑے میاں! آپ اس قدر ٹیڑھے ہو کر کیوں چل رہے ہیں، کمر کیوں اتنی جھکائی ہوئی ہے؟ سیدھے ہو کر چلئے! اس پر بڑے میاں نے جواب دیا:

پیری میں خم نہیں ہوئی میری کمر حضور!
میں مڑ کے دیکھتا ہوں جوانی کدھر گئی

حضرت علیہ الرحمۃ درحقیقت ادیب النفس تھے، آپ کا ذوق شعر نہایت بلیغ تھا۔ آپ علامہ اقبالؒ اور حضرت جگر مراد آبادیؒ کے اشعار کا ذوق رکھتے تھے۔ آپ جب کسی بڑے اجلاس یا کانفرنس کی نظامت کے فرائض انجام دیتے تو ایسی شاندار اور شگفتہ ادبی گفتگو فرماتے کہ ہم جیسے تشنگان ادب عش عش کرتے رہ جاتے۔

حضرت استاذ علیہ الرحمۃ کی طبیعت میں نفاست ایسی تھی کہ حد درجہ صفائی ستھرائی کا اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ ہم نے بہت سے حضرات کو پان کھاتے دیکھا ہے کہ پان کے چھینٹے ان کے کپڑوں پر نظر آتے ہیں، مگر حضرت علیہ الرحمۃ کے کپڑوں میں کبھی کوئی چھینٹا نہیں دیکھا گیا۔ نیز آپ پان خوری میں ایسے اعلیٰ اور نفیس ذوق کے حامل تھے کہ آپ اپنے پان کے لئے مخصوص قسم کی چھالیہ اور مخصوص قسم کا تمباکو بنگلور سے منگواتے تھے، وہ چھالیہ کتھے میں پکی ہوتی تھی اور تمباکو بھی زعفرانی ہوتا تھا۔ ہم حیران ہوتے تھے کہ کہاں دیوبند اور کہاں بنگلور تقریباً دو ڈھائی ہزار کلو میٹر کا فاصلہ ہے، وہاں سے چھالیہ اور

تسبا کو منگوایا جاتا ہے۔سبحان اللہ!!

حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی اولاد کی تربیت کا بہت اچھا اسلوب اختیار فرمایا، جس کا اندازہ صاحبزادگان کے ناموں کے انتخاب سے ہوتا ہے، چنانچہ حضرتؒ نے اپنے تمام بیٹوں کے نام مرکب اضافی کی صورت میں مقرر فرمائے اور سب کا مضاف الیہ ''الہدیٰ'' ہے، چنانچہ آپ بھی چند نام حضرتؒ کے صاحبزادگان میں سے ملاحظہ فرمائیں:

نورالہدیٰ، فخر الہدیٰ، شمس الہدیٰ، بدرالہدیٰ

ناموں کے اس حسن انتخاب سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت نے ان بیٹوں کی تربیت کے لئے نہایت مخلصانہ توجہ اور محنت سے کام لیا ہے۔حضرت کے تمام صاحبزادگان اگرچہ علماء وحفاظ نہیں ہیں مگر دینداری پر سب ہی قائم ہیں، چنانچہ مذکورہ بالا صاحبزادگان میں سے شمس الہدیٰ نامی صاحبزادے کے بارے میں ہم نے زمانہ طالب علمی میں سنا کہ جب وہ عصری تعلیم گاہ میں زیر تعلیم تھے تو دیگر تمام طلبا اسکول کے مقررہ یونیفارم میں ملبوس ہوتے تھے مگر شمس الہدیٰ اسلامی لباس یعنی کرتا پاجامہ اور سر پر ٹوپی ہی زیب تن کرکے اسکول جاتے تھے اور اسکول کے منتظمین نے موصوف کو مقررہ یونیفارم سے مستثنیٰ قرار دیا ہوا تھا، صرف اسی پر بس نہیں بلکہ جب دوران کلاس نماز ظہر کا وقت آتا تھا تو شمس الہدیٰ کلاس سے اٹھ کر نماز کے لئے چلے جاتے تھے کہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ عین ظہر کی نماز کے وقت کسی غیر مسلم یعنی ہندو استاد کا گھنٹہ ہوتا تھا تو وہ ہندو استاد اپنا سبق صرف اس لئے موقوف کردیتے تھے کہ شمس الہدیٰ کو نماز کے لئے جانا ہوتا تھا جب تک شمس الہدیٰ نماز سے فارغ ہوکر آتے تب تک وہ استاد انتظار میں رہتے اس کے بعد ہی سبق شروع کرتے۔

یہ صورت حال ظاہر ہے کہ عمومی حیثیت کے طالب علم کی وجہ سے نہیں ہوسکتی بلکہ یقیناً اس طالب علم میں کوئی خاص کمال یا نمایاں خوبی ضرور تھی، جس کی وجہ سے وہ پورے اسکول میں یونیفارم کے ضابطہ سے بے مستثنیٰ اور پھر نماز کے لئے خصوصی اجازت کے ساتھ ہندو استاد کا سبق کا موقوف کرنا یہ حقیقت اس بات کا واضح اشارہ کرتی ہے کہ حضرت الاستاذ مرحوم کی خصوصی تربیت اور روحانیت کا اس میں پورا پورا دخل تھا۔آگے چل کر اس ہونہار اور باکمال صاحبزادے نے دہلی کے جواہر لال نہرو یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی اور اب حیدرآباد دکن کی ایک یونیورسٹی میں پروفیسر کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت علیہ الرحمۃ انتقال سے چند ماہ قبل ان ہی صاحبزادے کے پاس تشریف لے گئے اور حیدرآباد دکن کے ایک ہسپتال میں زیر علاج رہے اور پورا ماہ رمضان انہی کے پاس رہ کر علاج کی غرض سے گزارا۔

قارئین اندازہ کرسکتے ہیں کہ عصری تعلیم گاہ سے وابستہ ہوکر بھی حضرت کا ایک صاحبزادہ جب اسلامی وضع قطع کا پابند ہے تو دیگر دو صاحبزادگان جو کہ خالصتاً دینی تعلیم گاہوں میں ہی پلے بڑھے ہیں وہ یقیناً دین کے رنگ وآہنگ سے مزین ہوں گے اور بجا طور پر بھی ایسا ہی ہے۔

حضرت الاستاذ مرحوم حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے بہت سے تلامذہ کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت مدنی علیہ الرحمۃ سے اس قدر عقیدت ومحبت رکھتے تھے جیسے انہیں حضرت مدنیؒ سے عشق ہو، چنانچہ احقر نے اپنے والد مرحوم مولانا حکیم نواز علیؒ کو اسی طرح کی کیفیت پر پایا کہ وہ اپنے استاذ یعنی حضرت مدنیؒ سے عشق کی حد تک محبت رکھتے تھے، تو ہمارے استاذ مرحوم بھی اسی کی کیفیت کے حامل تھے اور بلکہ یہ کیفیت محبت اپنے استاذ کے ساتھ اس قدر عظیم مناسبت کی دلیل محسوس ہوتی ہے کہ ایک لمحہ کے لئے عقل وخرد بھی محو حیرت رہ جاتی ہے، چنانچہ آپ دیکھئے کہ حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بیاسی سال کی عمر پائی تو حضرت الاستاذ مولانا عبدالرحیم صدیقی بستویؒ نے بھی ٹھیک بیاسی سال کی ہی عمر پائی اور بعد از مرگ اسی مزار قاسمی میں آسودۂ خاک ہوئے جہاں خود حضرت مدنی علیہ الرحمۃ آرام فرما ہیں۔سبحان اللہ! یہ ہوتی ہے اپنے استاذ و مرشد کے ساتھ روحانی مناسبت اور کامل مناسبت۔

حضرت الاستاذ مرحوم ضلع بستی یو پی کے معروف گاؤں ''دریاباد'' ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔یہ گاؤں پورے ضلع اور علاقہ میں چند معروف علمی شخصیات کی وجہ سے دینی اور علمی حلقوں میں ایک اچھی نسبت اور دینی شہرت کا حامل گاؤں سمجھا جاتا ہے، چنانچہ حضرت مولانا قاضی مرتضیٰ حسین صاحبؒ، حضرت مولانا باقر حسین صاحبؒ جو کہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ کے خلیفہ اور جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ بستی و جامعہ امدادیہ مراد آباد کے بانی و مدیر بھی تھے، نیز حالیہ زمانے میں علاقہ کی عبقری شخصیت مولانا صادق علی بستوی جو کہ غیر منقوط منظوم سیرت نبوی ''داعی اسلام'' کے مصنف ہیں، یہ حضرات اسی گاؤں دریاباد سے تعلق رکھتے ہیں۔حضرت الاستاذ مرحوم اسلامی تاریخ کے اعتبار سے ۱۴۰۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے تو اس وقت احقر راقم الحروف درجہ ثانیہ کا طالب علم تھا اور ۱۴۳۶ء میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔اس طرح کل تقریباً چونتیس سال تک دارالعلوم دیوبند میں تدریس فرمائی اور بالآخر آپؒ دیوبند کے ہوکر رہ گئے۔

"پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا"

آپ کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت ۱۹۵۴ء میں ہے، اس اعتبار سے آپ کی کل علمی تدریسی اور اصلاح وارشاد سے بھرپور زندگی تقریباً اکسٹھ سال اور اسلامی کلینڈر سے تقریباً تریسٹھ چونسٹھ سال کی بنتی ہے یعنی کہ آپ کے علم وعمل کے میدان میں اسلام اور اسلام کی خدمت اپنے طویل و مبارک عرصہ تک انجام دی ہے جو مبارک عرصہ پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل عرصہ حیات ہے۔

حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے پیچھے علمی و روحانی ترکہ میں اصحاب علم وعمل اولاد کو اور بے شمار علماء وفضلاء وتلامذہ کی جماعت چھوڑی ہے۔ علاوہ ازیں آپ گزشتہ کئی سالوں سے ماہ رمضان میں برطانیہ تشریف لے جاتے تھے، جہاں آپ کے علمی، اصلاحی دروس و بیانات کا سلسلہ رہتا تھا، ان بیانات پر مشتمل دو کتابیں احقر کے علم کے مطابق شائع ہو چکی ہیں: (۱) خطبات لندن، (۲) خطبات برمنگھم۔

علاوہ ازیں آپ کے وہ بے شمار فقہی و علمی مقالات و مضامین اور فقہ وفتاویٰ پر مشتمل سلسلہ وار کالم جو کہ ہفت روزہ "نشیمن" بینگلور اور ماہنامہ "نور و ناز" بینگلور اور دیگر رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔

احقر نے زمانہ طالب علمی میں حضرت علیہ الرحمۃ سے ایک موقع پر "ختم نبوت" کے موضوع پر استفادہ کیا جب کہ دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ نے ۱۹۸۴ء غالباً "تحفظ ختم نبوت کیمپ" کا اہتمام کیا، جس میں درجات عالیہ اور تخصصات کے طلبا فقط شریک تھے، اس میں ایک مضمون حضرت الاستاذ مرحوم کو بھی دیا گیا تھا جس کو حضرت نے بڑے دلچسپ انداز میں نہ صرف پڑھایا بلکہ طلبا کو مفید ترین ایسے اصول وضوابط بھی سکھائے جو کہ تحفظ ختم نبوت کے لئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ موقع اللہ پاک نے عطا فرمایا تو اس دورس کے افادات کو بھی مرتب کر کے ان شاء اللہ! نذر قارئین کیا جائے گا اسی موقع پر رد قادیانیت کے سب سے عظیم مناظر عالم دین حضرت علامہ محمد اسماعیل کٹکیؒ سے بھی استفادہ کا موقع نصیب ہوا جو ایک دن دوران درس فرمانے لگے:

"ہمارے بہت سے ساتھیوں کو یہ بھی نہیں معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کتنی کتابیں لکھی ہیں اور احقر کے مطالعہ سے اس کی ساری کتابیں گزر چکی ہیں اور میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں کل چھیاسی کتب تصنیف کی ہیں، جو ساری کی ساری میں نے پڑھی ہیں..."

بہر حال حضرت الاستاذ مولانا عبدالرحیم صاحب صدیقی بستوی علیہ الرحمۃ نے پوری زندگی علم و عمل کے میدان میں مصروف رہ کر گزاری۔ طلبا دارالعلوم کو مناظرہ کا فن سکھائے اور اس کی مشق کے لئے ایک شعبہ قائم ہے جس کی سرپرستی حضرت علیہ الرحمۃ ہی فرماتے تھے۔

آپ نے اپنی عملی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر جن شخصیات کو آئیڈیل سمجھا ان میں خطابت میں ابوالکلام آزادؒ اور حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، شاعری میں علامہ محمد اقبالؒ اور جگر مرادآبادی، سیاست میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ تصوف میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ علم کے میدان میں حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ اور حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ بہت نمایاں ہیں۔

حضرت علیہ الرحمۃ زندگی میں صرف ایک بار پاکستان تشریف لائے جبکہ جمعیت علماء اسلام کے زیر انتظام حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ "خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس" منعقد کی تھی، اس موقع پر دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کرام کا ایک اعلیٰ وفد آیا تھا، اس میں حضرت بھی شامل تھے۔

آپ نے بھرپور عملی زندگی کا سفر طے کرتے ہوئے بروز بدھ مورخہ ۹/ستمبر ۲۰۱۵ء اور ۲۴/ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ کو صبح ساڑھے آٹھ بجے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اور اسی دن احاطۂ دارالعلوم دیوبند میں آپ کی نماز جنازہ میں ہزاروں طلبا اور اساتذہ نے ادا کی اور پھر اپنے محبوب اساتذہ یعنی حضرت مدنیؒ و علامہ بلیاویؒ اور اکابرین دارالعلوم دیوبند کی آخری آرام گاہ کے جوار میں یعنی مزار قاسمی میں آسودۂ خاک ہوئے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆..........☆☆

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

اسے زمین نے قبول کرنے سے انکار کردیا

گستاخِ رسول کی سزا

محمد حمزہ نوید، جھنگ

ایک عیسائی نے اسلام کا اعلان کیا پھر مرتد ہوگیا'' یہ واقعہ صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمائے مدینہ ہوچکے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نصرانی نے داخل اسلام ہوکر سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی پھر وہ کچھ دن صحبت رسول میں بیٹھ کر لکھنے لگا مگر بدنصیبی یہ ہوئی کہ مرتد ہوگیا (شاید اس کا داخلہ اسلام کو دھوکا دینے کے لئے تھا) اس نے سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخی کے کلمات کہنا شروع کئے، کہتا: ''میں ہی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے لکھتا تھا، اسے اس سے زیادہ آتا ہی کیا ہے۔'' اس نے جی بھر کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کو ایذا پہنچائی، جلد ہی فرشتہ اجل آپہنچا، وہ مر گیا، اس کے ہم مذہب لوگوں نے اسے دفن کیا، مگر دوسری صبح اس کی لاش زمین کے اوپر بے گور و کفن پڑی تھی، اس کے نصرانی ساتھیوں نے کہا: یہ فعل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کا ہے، کیونکہ یہ ان کے خلاف بولتا تھا، لہٰذا انہوں نی اسے قبر سے نکال پھینکا ہے.... انہوں نے دوبارہ گہری قبر بنا کر اسے دفن کیا، مگر اگلی صبح کیا دیکھتے ہیں اس گستاخ رسول کی لاش پھر قبر سے باہر پڑی ہے۔ انہوں نے پھر وہی شک کیا کہ اپنا بدلہ لینے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں نے ہی ایسا کیا ہے... تیسری قبر بنائی اور بہت گہری جتنی ان کی ہمت تھی بنا کر بہت گہرے گڑھے میں اسے دفن کردیا، مگر قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ تیسری قبر نے بھی اس گستاخ کو قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اب اس کے نصرانی ساتھیوں نے یقین کرلیا کہ یہ سب کچھ انسانی عمل سے ماورا کوئی چیز ہے اور یہ کہ اس گستاخ رسول کو بطنِ ارض میں چھپانا ان کے بس میں نہیں رہا۔ انہوں نے اس گستاخ کی لاش کو ویسے ہی پڑا چھوڑ دیا۔ یہ حدیث امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے، یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے، اس سے پہلے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابولہب کا بُرا حال ہوکر مرنا اور کئی دن تک لاش کا گلتے سڑتے رہنا بھی سب کے سامنے تھا۔ اس کے بیٹوں نے بھی دفن کرنے کی ہمت نہیں کی تھی، گندی بیماریوں میں مبتلا ہوکر وہ مرا تھا اور اس کے بیٹوں اور دیگر مشرک قریشی سرداروں نے چوہڑے چماروں کو بلوا کر اسے کھینچ کر ایک گڑھے میں ڈلوادیا تھا۔ ابولہب نبی پاک کا سگا چچا تھا، اس کا قصور کیا تھا؟ بس اس نے بھی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گستاخ زبان سے تکلیف دی تھی، کمال یہ ہے کہ اس کی گستاخیوں پر خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لفظ نہ کہا تھا، نہایت صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا تھا مگر اس کی بدکلامی کو رب تعالیٰ نے ناقابل قبول، ناقابل برداشت قرار دے کر آسمان سے ایک مستقل اعلان اتار دیا تھا جس کو سورۂ لہب کا نام دیا گیا تھا۔ فرمایا: ''تبت یدا ابی لهب وتب'' ابولہب اے قریشی خوبصورت سردار کہلانے والے! تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹیں، تیرا تن بدن ٹوٹے، تیری دنیا و آخرت برباد ہو۔ آج ہم گستاخی رسول کی سزا تجھے دے رہے ہیں۔ اعلان بھی کررہے ہیں تاکہ قیامت تک آنے والے اہل ایمان اور اہل کفر پر واضح ہوجائے کہ کفر تو گوارا ہے، ہم اس کی سزا ضروری نہیں کہ دنیا میں دیں، شرک تو گوارا ہے اس کا جرم ناقابل معافی ہے... یہ ناقابل معافی جرم ہماری غیرت کو چیلنج ہے، مگر اس کی سزا اخروی زندگی تک ملتوی کردیں گے... لیکن گستاخ رسول، اپنے محبوب نبی کے گستاخ کو دنیا ہی میں عبرت ناک سزا دیں گے۔ مرنے کے بعد ہماری زمین اس سے نمٹے گی اور یوم حساب ہم اپنے سامنے قوت والے فرشتوں سے اس کی پٹائی کروائیں گے اور پھر کبھی نہ ختم ہونے والا نہایت دکھ اور درد والا عذاب اسے ملے گا۔ ضروری نہیں کہ کفار و مشرکین کو دنیوی زندگی میں کفر و شرک کی وجہ سے ذلت و رسوائی والی زندگی ملے لیکن گستاخان رسول اور گستاخان اصحاب کو دنیا اور برزخ میں ہی عبرت ناک دردناک وحشت ناک اور رسوا کن عذاب ملنا شروع ہوجاتا ہے۔☆☆☆

دعوت وتبلیغ اور ہماری ذمہ داری

بیان:......حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

یہ بڑے شرف وسعادت کی بات ہے کہ آپ اور ہم یہاں اللہ تعالیٰ کی باتیں سننے سنانے کے لئے جمع ہوئے ہیں، آپ دنیا کا جو نظام دیکھ رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے نام سے قائم ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی نہیں رہ جائے گا تو یہ نظام ٹوٹ جائے گا اور قیامت آ جائے گی، اس ہماہمی اور شان وشوکت رکھنے والی دنیا کی حقیقت اللہ رب العزت کی نظر میں کیا ہے؟ اس کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے، اگر دنیا کی قیمت اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا، اللہ تعالیٰ نے کافر کو جو بھی نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ نہایت کمتر اور حقیر ہیں کہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کی نعمتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی نعمتوں کی کوئی خاص حیثیت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے مابین دنیا اور آخرت کا فرق بتانے کے لئے بکثرت نبیوں کو مختلف جگہوں پر بھیجا اور اس جگہ کے حالات اور اس کے مخاطب لوگوں کے مزاج کے مطابق احکام عطا فرمائے ہیں۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک چلا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہو کر ختم ہوا، نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی آبادی کے اصلاح حال کے لئے اب نئے احکامات کی ضرورت نہیں ہوگی اور دین کے احکام قیامت تک کی ضرورت کے لئے کافی ہیں اور آخری نبی کی سرپرستی علماء کے ذریعہ جاری رہے گی۔

پہلے کے زمانوں میں جب اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی بڑھ جاتی تھی تو نبی آتے تھے اور وہ سمجھاتے تھے، قوم مان لیتی تو حالات کی گمراہی دور ہوتی اور نبی کی مسلسل اور ساری کوششوں کے باوجود درستگی نہ ہوتی تو نافرمانوں کو ختم کر دیا جاتا جو کہ عذاب کہلاتا تھا، اس آخری امت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خصوصی رحمت کا معاملہ کیا، یہ طے فرمادیا کہ اس امت پر ایسا عذاب نہیں آئے گا جس سے پوری امت ہلاک ہو جائے اور یہ بات اس لئے ہے کہ یہ امت پوری کی پوری کسی زمانہ میں گمراہ نہ ہوگی، صرف چھوٹے چھوٹے عذاب گناہوں کے بڑھ جانے پر آتے رہیں گے، اور اس کی ہدایت واصلاح کے لئے نبی بھی نہ آئیں گے، نبی والا کام اس امت کے علماء و مصلحوں پر ہے وہ بری عادت پر ایک دوسرے کو ٹوکتے رہیں اور بھلی باتوں کی ترغیب دیتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ اعمال کے مطابق معاملہ کرتا ہے، مسلمانوں کی آزمائش کافر سے زیادہ ہے، کافر کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا، اس لئے اس کو دنیا سے فائدہ اٹھالینے کی زیادہ گنجائش دے دی گئی، مومن کے لئے نعمتیں اللہ تعالیٰ گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے تاکہ عبرت حاصل ہو۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج شریف یہ تھا کہ کوئی جب ایمان نہیں لاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی تکلیف ہوتی کہ جہنم میں جائے گا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ایمان لانے کے بڑے حریص تھے اور اس میں کامیابی نہ حاصل ہونے سے اپنے دل میں بہت زیادہ کڑھتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ دلائی گئی کہ دیکھئے آپ دعوت کا فریضہ انجام دیتے رہئے، آپ کی ذمہ داری اتنی ہی ہے، ہدایت ہونا نہ ہونا ہمارے اختیار میں ہے، ہم جس کو چاہیں گے ہدایت دیں گے، آپ کڑھ کے اپنے آپ کو ہلاک مت کیجئے، آپ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کا حکم اور اسلام کی دعوت کا پہنچانا ہے۔

دعوت کے کام کی نعمت اللہ تعالیٰ نے ہمیں بلا استحقاق دی ہے، ہمارے بزرگ داعیوں نے بڑی دلچسپی سے یہ کام کیا، لیکن اس کام کو اپنی ذاتی خصوصیت نہیں سمجھنی چاہئے، اس کو اپنے پروردگار کا فضل سمجھنا چاہئے کہ وہ توفیق دے رہا ہے، یہ بات بڑی توجہ دلانے کی ہے کہ ہم اپنے کو اہم سمجھیں، جب دل میں کھوٹ آجاتا ہے تو سارے اعمال برباد ہو جاتے ہیں، دل کا کھوٹ کبر ہے، عزت حاصل کرنے کی خواہش ہے اور دکھانے کے لئے کام کرنا ہے اور یہ سب عجیب دبے پاؤں آتے ہیں اور آدمی کو احساس نہیں ہوتا کہ اندر سے عیب آتا ہے، ہم کوئی بھی کام کریں، ان چیزوں کا لحاظ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان کے خون میں داخل ہونے کی اجازت دی، اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ انسان شیطان کے مکر سے کتنا بچتا ہے کہ تم ٹھیک طرح عمل کرتے ہو یا نہیں، دل میں جو غلط خیالات آتے ہیں، ان کو شیطان صرف تقویت پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس سے زیادہ طاقت نہیں دی ہے، اس کی حیثیت مشورہ دینے والے کی ہے، اصل مجرم اس کے مشورہ پر عمل کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی، انسان نے اس سے کام لے کر اچھے اور برے میں فرق کیوں نہیں کیا؟

آپ کو اس کام کو کرنے کی توفیق اللہ رب العزت نے دی، اس پر آپ کو دل سے خوش ہونا چاہئے اور جب کسی نعمت پر خوشی ہو تو نعمت دینے والے کا آپ شکریہ ادا کریں، اس سے نعمت باقی بھی رہے گی اور

اضافہ بھی ہوگا۔

انسانی زندگی کا پورا نظام دو چیزوں پر مشتمل ہے، صبر و شکر جب کوئی مصیبت آئے تو اس پر صبر کرے اور نعمت ملے تو شکر ادا کرے، شکر زبانی بھی ہوتا ہے اور عملی بھی ہوتا ہے، زبانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے، جیسے: ''سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر'' اور عملی یہ ہے کہ اس نعمت کو اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔

قرآن مجید میں دینی لحاظ سے جو فائدہ ہے اس کو نعمت کہا گیا ہے، سب سے پہلے اس پر شکر ادا کریں کہ ہم مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسے ماحول میں پیدا کیا جو اسلامی تھا، اگر خدانخواستہ کافرانہ ماحول میں پیدا ہوتے تو تباہ ہو جاتے، برباد ہو جاتے، مسلمان ہونے پر شکر یہ ہے کہ خود عمل کرے اور اس کا نام اور پیغام دوسروں تک پہنچائے، اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ تم شکر کس طرح ادا کرتے ہو۔

تبلیغ کے اس کام کی بنا ڈالنے والے حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے جو کام اختیار کیا، اس میں بڑی حکمت سے کام لیا، ان کی یہ بڑی دانشمندی تھی کہ لوگوں کو ان کے روزمرہ کے بگڑے ہوئے ماحول سے نکالا اور مسجد کے ماحول میں دعوت کے کام کے عنوان سے ان کو جوڑا، ہمارے اندر جو برائیاں اور کمزوریاں آ گئی ہیں، یہ دراصل ماحول کے اثر کی وجہ سے ہے، اسی وجہ سے کہا نکلو، نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ اس ماحول سے نکلو جہاں برائیاں ہوتی ہیں اور اس ماحول میں رہو جو فرشتوں والا ہے، اس میں ان چیزوں کی رعایت ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے، دنیا کے کاموں سے دور رہنے کا موقع ملتا ہے اور نیکی کرنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

انسان کی فطرت میں یہ بات رکھ دی گئی ہے کہ وہ اچھا کو اچھا اور برا کو برا سمجھتا ہے، اسی لئے برے کام میں مبتلا شخص کو اگر آپ مخلصانہ طریقہ سے سمجھائیں گے تو اس کا اثر پڑتا ہے۔

توبہ سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اگر توبہ سے گناہ معاف نہ ہوتے تو سب تباہ ہو جاتے اور توبہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے جب کوئی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، جیسے کسی کا غلام بھاگ جائے اور آنے کی اُمید نہ ہو، پھر جب وہ آ جائے تو مالک کو اس کے آنے پر جتنی خوشی ہوتی ہے، اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے پر ہوتی ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ ہے ان کے پاس صبح کی نماز کے لئے شیطان جگانے آیا وہ اس کو سمجھ گئے، انہوں نے پوچھا: تم نماز کے لئے جگانے کیسے آئے؟ تم تو برائی کا حکم کرتے ہو اور اچھے کاموں سے روکتے ہو؟ شیطان نے کہا: آپ نماز پڑھ لیجئے، پھر جب بزرگ نے اصرار کیا تو اس نے کہا: کل کی نماز قضا ہو جانے پر آپ اس قدر روئے اور توبہ کی کہ اس سے آپ کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑھ گیا، آج پھر ایسا نہ ہو۔

توبہ کا خیال اسی وقت دل میں پیدا ہوتا ہے جب اس کا کوئی محرک ہو اور اس کا محرک یہی دعوت کا کام ہے، اگر گناہ کا بوجھ کسی پر لدا ہوا ہو تو اس کے لئے نیکی کا کرنا مشکل ہوتا ہے، جس طرح کوئی سر پر بھاری بوجھ لاد کر چلے تو وہ چل نہیں سکتا لیکن اگر بوجھ اتار دے تو تیزی کے ساتھ چلے گا، اسی طرح توبہ گناہ کا بوجھ اتار دیتی ہے پھر انسان تیزی سے نیک اعمال کرتا ہے۔

دعوت سے اگر وہ شخص گناہ نہ بھی چھوڑے تو دل میں کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ ہم غلط کر رہے ہیں، نتیجہ کا دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، ہمیں صرف کام کرنا ہے، جب آپ دوسروں کو نصیحت کریں تو اپنے آپ کو بھی سوچ لیں، نصیحت کا اثر اسی وقت ہوتا ہے جب خود بھی عمل کرے۔ ایک بزرگ تھے ان کے پاس ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر آئی اور کہا کہ یہ مٹھائی کا بہت شوقین ہے، آپ اس کو مٹھائی کھانے سے روکئے، بزرگ نے کہا: کل آیئے، جب وہ عورت لڑکے کو لے کر دوسرے دن آئی تو بزرگ نے کہا: بیٹا! مٹھائی کم کھایا کرو، پھر اس عورت نے پوچھا: آپ نے یہی بات کل کیوں نہیں کہی؟ انہوں نے کہا: دراصل میں خود مٹھائی کا شوقین ہوں اور کل سے مٹھائی میں کمی کی، تب دوسرے سے ہم نے کہا۔

داعی کا کام صرف تلقین کرنا اور پہنچانا ہے، نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے مزاج میں یہ بات رکھی ہے، جس چیز سے واسطہ پڑتا ہے، اس سے تعلق ابھرتا ہے ٹھیک اسی طرح دین سے واسطہ کم پڑے تو دینی جذبہ کم ہو جاتا ہے۔

جب آدمی کوئی کام کرتا ہے تو بتدریج اس میں ترقی ہوتی ہے، پھر جب آپ اس کام کو کریں گے تو اس میں بھی دھیرے دھیرے ترقی کرتے جائیں گے اور سمجھ میں بات آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت دونوں جگہ اجر دیں گے۔ ایک اجر ہوتا ہے جو آخرت میں ملے گا اور ایک برکت و نورانیت ہوتی ہے جو انسان کو دنیا میں بھی ملتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جگہ کے لئے خیر کی دعا کی تلقین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت کی بھلائی سے نوازے اور کامیاب و کامران کرے۔ آمین۔ ☆☆☆

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 32545573

۳۴ ویں عظیم الشان سالانہ

ختم نبوت کانفرنس، چناب نگر

جو اس انتشار کی فضا میں اتحادِ امت کا مظہر ہوگی

مولانا مفتی خالد محمود

الحمدللہ ہر سال کی طرح اس سال بھی 29، 30 اکتوبر 2015ء بروز جمعرات و جمعہ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چناب نگر میں دو روزہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس اپنی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے۔ جس سے ہر طبقۂ فکر کے زعما خطاب کریں گے۔ آج جب کہ ہر جگہ انتشار ہے، قوم اختلافات کا شکار ہے، فرقہ بندیوں کے زہر نے فضا کو مسموم کر رکھا ہے، ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا عنصر ختم ہوتا جا رہا ہے، ان حالات میں یقیناً یہ کانفرنس اتحادِ امت کا مظہر ہوگی اور ایک دوسرے کو قریب لانے میں معاون ہوگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ توحید و رسالت اور عقیدۂ آخرت کی طرح ختم نبوت کے عقیدہ کا تحفظ بھی ہر مسلمان کا ایمانی فریضہ ہے اس عقیدہ کی حفاظت کسی ایک طبقہ یا فرد کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر کلمہ گو مسلمان اس عقیدہ کی حفاظت کرنا اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر ہر طبقہ کی نمائندگی ہوتی ہے اور تمام مسلمان بغیر کسی تفریق کے اس کانفرنس میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ کانفرنس جمعرات کے روز ظہر کی نماز کے بعد شروع ہوگی اور جمعہ کے دن عصر کی نماز پر اختتام پذیر ہوگی۔ اس دوران کانفرنس کی مختلف نشستیں منعقد ہوں گی جن کی صدارت امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، نائب امیر پیر طریقت حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی صاحب، اور نائب امیر ولی ابن ولی حضرت مولانا عزیز احمد صاحب اور دیگر مشائخ کریں گے۔ اس کانفرنس میں علماء کرام اور مشائخ عظام اپنے قیمتی خطبات اور نصائح سے نوازیں گے اور ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ قادیانیت کی ارتدادی سرگرمیوں سے بھی آگاہ کریں گے۔ ساتھ ہی ساتھ قادیانیوں کو اخلاص اور دلسوزی سے اسلام کی دعوت دیں گے۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور مولانا قاضی احسان احمد نظامت کے فرائض انجام دیں گے جبکہ مولانا عزیز الرحمن جالندھری (ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) اور مرکزی مبلغ مولانا اللہ وسایا صاحب کانفرنس کی عمومی نگرانی فرمائیں گے۔

یہ کانفرنس درحقیقت ان کانفرنسوں کا تسلسل ہے جو پاکستان بننے سے پہلے قادیان میں منعقد ہوتی رہیں اور پاکستان بننے کے بعد پاکستان میں آج تک تسلسل کے ساتھ ہر سال منعقد ہوتی ہیں، جس کا پس منظر کچھ یوں ہے:

۱۹۳۰ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر لاہور میں ''انجمن حمایت اسلام'' کا سالانہ اجتماع ہوا، جس میں ملک بھر سے (متحدہ ہندوستان) سے پانچ سو سے زائد جید علماء کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔ علماء کرام کے اس اجتماع میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ''امیر شریعت'' کا خطاب دیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے تردید قادیانیت کا محاذ ان کے سپرد کیا، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس احرار اسلام کا ایک شعبۂ تبلیغ قائم کر کے اس محاذ پر کام شروع کیا، مجلس احرار اسلام ہند نے ۲۰، ۲۱، ۲۲ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا، جس میں اکابر علما کے بیانات ہوئے، اس کانفرنس کے ذریعہ علما کرام نے پورے ملک میں قادیانیت کے خلاف کام کرنے کا عزم کیا۔

پاکستان بننے کے بعد قادیانیوں نے اپنا مرکز ''ربوہ'' کو بنایا اور وہاں دسمبر میں اپنا سالانہ جلسہ کرنے لگے تو مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی ان کے مقابلہ میں کانفرنس منعقد کرنا شروع کی جو ۱۹۸۱ء تک ہر سال چنیوٹ میں منعقد ہوتی رہی، جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ شریک ہوتے، پھر یہ کانفرنس چناب نگر (ربوہ) میں منتقل ہوگئی اور ۶، ۷ر ستمبر ۱۹۸۲ء کو چناب نگر میں پہلی ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں تمام صوبوں کے علماء، مشائخ، خطباء، وکلا اور سیاسی عمائدین نے شرکت کی۔ یہ ایک مثالی کانفرنس تھی، جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء شریک تھے اور اس طرح اس کانفرنس کے ذریعہ امت مسلمہ کے اتحاد کا زبردست مظاہرہ ہوا۔ مرزائیوں کا سالانہ جلسہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۳ء تک ہر سال ربوہ میں ہوتا رہا، مگر ۱۹۸۴ء میں جب ان کے خلاف ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع

قادیانیت آرڈی نینس جاری ہوا، جس کے ذریعہ قادیانیوں کو مسلمان کہلانے، اذان دینے، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے اور اسلامی شعائر و اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے روک دیا گیا اور ان کی تبلیغی وارتدادی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کے سالانہ جلسہ پر بھی پابندی لگوائی اور اس طرح ہر سال ہونے والے ان کے جلسے کا سلسلہ پاکستان میں ختم ہوگیا، مگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ کانفرنس الحمدللہ! پہلے دن کی طرح آج بھی اپنی شاندار روایات کے مطابق منعقد ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد رہتی دنیا تک دو ہی مینارۂ نور ہیں، جن کی روشنی میں ہدایت کا راستہ تلاش کیا جاسکتا ہے۔ وہ دو مینارۂ نور ایک قرآن کریم اور دوسرے سیرت مقدسہ ہیں، بالفاظ دیگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے اقوال وافعال جسے احادیث مقدسہ کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے بھی بہت وضاحت اور صفائی کے ساتھ بتایا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور احادیث مقدسہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے، بلکہ قرآن واحادیث میں جس کثرت اور تواتر وقطعیت کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کو بیان کیا گیا ہے، اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔ قرآن و احادیث کے علاوہ اُمت کا روز اول سے اجماع چلا آرہا ہے بلکہ تمام کتب سماویہ اور تمام انبیاء علیہم السلام کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”جس طرح توحید الٰہی تمام اَدیان کا اجماعی عقیدہ ہے، اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتب الٰہیہ، تمام انبیائے کرام اور تمام اَدیانِ سماویہ کا متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ہے، آغازِ انسانیت سے لے کر آج تک اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے اور سلسلۂ نبوت ورسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ختم ہوجائے گا۔ اُصول و اعتقادی مسائل میں انبیائے کرام علیہم السلام کے درمیان کبھی اختلاف نہیں ہوا، بلکہ وہ ہر دور میں متفق علیہ رہے ہیں، پس جس طرح دیگر عقائد دینیہ تمام نبوتوں میں مشترک ہیں، ٹھیک اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نبوت پر دنیا کا خاتمہ ہونا، تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی شریعتوں اور آسمانی کتابوں کے مسلّمات میں سے رہا ہے۔“

(مقدمہ رسالہ خاتم النبیین، ص:۲۱)

عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ دین کی اساس اور بنیاد ہے، کیوں کہ عقیدۂ ختم نبوت ہے تو قرآن محفوظ ہے، عقیدۂ ختم نبوت ہے تو دین کی تعلیمات محفوظ ہیں، اگر یہ عقیدہ باقی نہیں رہتا تو پھر نہ دین باقی رہے گا، نہ اس کی تعلیمات اور نہ قرآن باقی رہے گا، کیوں کہ بعد میں آنے والے ہر نبی کو دین میں تبدیلی اور تنسیخ کا حق ہوگا۔ اس لئے اس عقیدے پر پورے دین کی عمارت قائم ہے، اسی میں اُمت کی وحدت کا راز مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی نے اس عقیدے میں نقب لگانے کی کوشش کی یا اس مسئلے سے اختلاف کرنے کی کوشش کی، اسے اُمت مسلمہ نے سرطان کی طرح اپنے جسم سے علیحدہ کردیا، اس لئے ختم نبوت کا تحفظ یا بالفاظ دیگر منکرین ختم نبوت کا استیصال دین کا ہی ایک حصہ ہے اور مسلمانوں نے ہمیشہ اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھا ہے اور امت نے ہر دور میں اپنا یہ فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا ہے، اور اس فریضے کے ادائیگی میں کسی کوتاہی اور غفلت کی مرتکب نہیں ہوئی۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری دور میں سب سے پہلے جھوٹے مدعیانِ نبوت کا خاتمہ کرکے اُمت کے سامنے اس کام کا عملی نمونہ پیش کیا، چنانچہ یمن میں عبہلہ نامی ایک شخص جس کو اسود عنسی کہا جاتا تھا، نے سب سے پہلے ختم نبوت سے بغاوت کرکے اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو اس سے قتال وجہاد کا باقاعدہ تحریری حکم صادر فرمایا اور بالآخر حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خنجر نے اس جھوٹی نبوت کا آخری فیصلہ سنادیا۔

ختم نبوت کا دوسرا غدار مسیلمہ کذاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس نے نبوت محمدی میں شرکت کا دعویٰ کیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت کو اس کی سرزنش کے لئے بھیجا، بالآخر ایک معرکۃ الآراء جنگ ہوئی اور مسیلمہ کذاب کو اس کے بیس ہزار امتیوں کے ساتھ قلعہ ”حدیقۃ الموت“ کے راستے جہنم کی راہ دکھائی۔ (”حدیقۃ الموت“ اس جگہ کا نام ہے جہاں مسیلمہ کذاب کی موت واقع ہوئی)۔

صرف اس ایک معرکے میں مسلمانوں نے تحفظ ختم نبوت کے لئے بارہ سو صحابہ کرامؓ وتابعینؒ کی شہادت کا نذرانہ پیش کیا، جن میں ستر بدری صحابہ کرامؓ اور سات سے زیادہ وہ صحابہ کرامؓ تھے جو قرآن کریم کے ماہر تھے اور قراء کہلاتے تھے۔ اتنی بڑی قربانی تمام غزوات اور سرایا میں نہیں دی گئی، کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنی جنگیں لڑی گئیں، غزوات اور سرایا ملاکر ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرامؓ کی کل تعداد ۲۵۹ ہے۔

غرضیکہ اُمت نے کبھی کسی جھوٹی نبوت کو

برداشت نہیں کیا، جھوٹے نبیوں کے استیصال اور خاتمے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کی، ہر طرح کا ظلم برداشت کیا، آگ میں کودنا قبول کیا، مگر جھوٹی نبوت کو پنپنے نہیں دیا۔ ابو مسلم خولانیؒ کو اسود عنسی نے اپنی نبوت کے نہ ماننے پر آگ میں ڈالا مگر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح گلزار بنادیا۔

اُمت مسلمہ کے افراد نے اپنا ایک ایک عضو کٹوانا گوارا کیا مگر جھوٹی نبوت کا انکار کیا، مسیلمہ کذاب نے حضرت حبیب بن زیدؓ سے اپنی نبوت کا اقرار کرانا چاہا، مگر انہوں نے بار بار انکار کیا، وہ بدبخت ایک ایک عضو کاٹتا رہا، بالآخر انہیں شہید کردیا گیا، مگر حضرت حبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی نبوت کا اقرار نہ کراسکا۔

پوری تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جس کسی نے بھی جب کبھی یہ گستاخی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کی، امت نے نہ صرف یہ کہ اسے قبول نہیں کیا، بلکہ اس وقت تک سکون کا سانس نہیں لیا جب تک کہ اسے کاٹ کر جسد ملت سے علیحدہ نہیں کردیا۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تو ختم نبوت کے کام کو اپنی مغفرت کا سبب بتایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: ”اگر ہم ختم نبوت کا کام نہ کریں تو گلی کا کتا ہم سے بہتر ہے“۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

”نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ اور جہاد جیسے فرائض کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال سے ہے اور ختم نبوت کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہے، ختم نبوت کی پاسبانی براہِ راست ذات اقدس...... صلی اللہ علیہ وسلم...... کی خدمت کے مترادف ہے۔“

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

”ختم نبوت کا کام کرنے والوں کی حیثیت ذاتی باڈی گارڈ کی ہے، ممکن ہے دوسرے کام کرنے والے حضرات کا درجہ و مقام بلند ہو، لیکن بادشاہ کے سب سے زیادہ قریب اس کے ذاتی محافظ ہوتے ہیں، اور بادشاہ کو سب سے زیادہ اعتماد بھی انہی ذاتی محافظوں پر ہوتا ہے، اس لئے جو لوگ ختم نبوت کا کام کرتے ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ان پر اعتماد ہے۔“

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ گویا کہ اس فتنے کے خاتمے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے، اس فتنے کے لئے وہ ہمیشہ بے چین و بے قرار رہتے، ایک اضطراب اور دل میں درد تھا جو انہیں چین نہ لینے دیتا، فرمایا کرتے تھے:

”جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی، اور یہ خطرہ لاحق ہوگیا کہ کہیں یہ فتنہ دینِ محمدی کے زوال کا باعث نہ بن جائے، مگر چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہوگیا کہ دینِ محمدی باقی رہے گا اور یہ فتنہ خود ختم ہوجائے گا۔“

حضرت امام العصرؒ نے خود بھی اس موضوع پر گراں قدر کتابیں تصنیف کیں اور اپنے شاگردوں کو بھی اس کام میں لگایا، جن میں مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جدید طبقے تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے مولانا ظفر علی خان اور علامہ اقبال کو تیار و آمادہ کیا۔

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کے لئے کام کرنے کا عہد لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

”جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا ہو وہ قادیانی درندوں سے ناموس رسالت کو بچائے!“

علمائے امت جو انفرادی طور پر اپنے اپنے رنگ میں اس قادیانی فتنہ کا مقابلہ کر رہے تھے مگر قادیانی فتنہ ایک جماعت کی شکل اختیار کرتا جا رہا تھا اس لئے اس کے مقابلہ میں بھی جماعت کو تیار کرنے کی ضرورت تھی۔ چناں چہ حضرت شاہ صاحب نے مجلس احرار کو اس طرف متوجہ کیا اور تحفظ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کا محاذ اس کے سپرد کیا۔

قادیانی فتنہ ہندوستان کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوا وہاں اس نے پر پرزے نکالے اور انگریز کے سائے میں یہ فتنہ پروان چڑھتا رہا۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا محمود قادیان سے فرار ہوا اور پاکستان آکر اپنے دجل و تلبیس کا نیا دارالکفر قائم کیا۔ پنجاب کے پہلے انگریز گورنر موڈی کے حکم پر چنیوٹ کے قریب قادیانیوں کو لب دریا ایک ہزار چونتیس ایکڑ زمین عطیہ کے طور پر الاٹ کی گئی، فی مرلہ ایک آنہ کے حساب سے، صرف رجسٹری کے کل اخراجات -/10034 روپے وصول کیے گئے۔ اور وہاں ربوہ کے نام سے اپنا اڈہ قائم کر کے ایک نئے قادیان کی بنیاد رکھی، سو، اتفاق کہ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ ظفر اللہ خان قادیانی تھا، اس لئے پاکستان کی اس وقت کی حکومت میں ان کا گہرا

اثر ورسوخ تھا۔ ملک کے کلیدی عہدوں پر ان کا قبضہ تھا، فوج میں بھی ان کا اثر ورسوخ تھا اس لئے قادیانیوں کو دھوکہ تھا کہ پاکستان میں اپنی جھوٹی نبوت کا جعلی سکہ خوب آسانی سے چلا سکیں گے۔

ادھر احرار اسلام کا قافلہ تقسیم ملک کی وجہ سے لٹ چکا تھا، تنظیم اور تنظیمی وسائل کا فقدان تھا، سب سے بڑھ کر یہ کہ احرار اسلام کے زعما حکومت وقت کے دربار میں معتوب تھے، اس لئے قادیانی اس ملک میں دندناتے پھرتے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، قادیانیوں کے عزائم سے باخبر تھے، اس لئے ۱۹۴۹ء میں ملتان کی مسجد سراجاں میں اپنے رفقاء کے ساتھ ایک مشاورت کی اور ایک غیر سیاسی تبلیغی تنظیم ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی بنیاد رکھی۔ اسی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تمام مکتبہ ہائے فکر کے رہنماؤں کو وقت کی نزاکت کا احساس دلایا اور قادیانی فتنہ کے خلاف ایک ایک کے دروازے پر دستک دی اور یوں تمام فرقے تحفظ ختم نبوت کے اسٹیج پر جمع ہوگئے اور مجلس عمل تحفظ ختم نبوت وجود میں آئی، اس کی راہنمائی میں 1953ء میں تحریک ختم نبوت چلی مگر اس تحریک کو بڑی شدت کے ساتھ کچل دیا گیا مگر اس تحریک نے قادیانیوں کے بارے میں شعور پیدا کر دیا اور قادیانیوں کے خلاف فضا پیدا کر دی۔

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا پہلا امیر منتخب کیا گیا، ۱۲؍اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعت کا وصال ہوا آپ کے وصال کے بعد حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی امیر دوم، ان کے بعد مولانا محمد علی جالندھری امیر سوم، مولانا جالندھری کے بعد مولانا لال حسین اختر امیر چہارم منتخب ہوئے۔ مولانا لال حسین اختر کی وفات کے بعد مولانا محمد حیات کو عارضی طور پر یہ منصب تفویض ہوا۔ اس کے بعد ۱۹؍اپریل ۱۹۷۴ء کو محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی مسند امارت پر بٹھایا گیا۔ آپ کے دور امارت میں ۱۹۷۴ء کی عظیم الشان تحریک ختم نبوت چلی جس کے نتیجے میں قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر آئین میں ترمیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

اکتوبر ۱۹۷۷ء کو حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور قطب الاقطاب شیخ المشائخ، خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے زمام قیادت سنبھالی۔ آپ کے دور میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی حیثیت حاصل کر لی اور پورے عالم میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کیا۔

۱۹۸۴ء میں آپ نے بار پھر تحریک کو منظم کیا جس کے نتیجے میں امتناع قادیانیت آرڈیننس منظور ہوا، جس کی رو سے قادیانیوں کے لئے اپنے آپ کو مسلمان کہنا یا کہلوانا، اذان دینا، اپنی عبادت گاہ کو مسجد قرار دینا، کلمہ طیبہ کا بیج لگانا، مرزا غلام احمد کو نبی کہنا، اس کے ساتھیوں کو صحابی اور اس کی بیویوں کے لئے امہات المؤمنین وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنا قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا۔

اس دوران حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، حضرت سید نفیس شاہ الحسینی نائب امیر ہونے کی حیثیت سے حضرت شیخ المشائخ کی معاونت کرتے رہے۔ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد شیخ المشائخ حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت امیر اور ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر اور صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب نائب امیر کی حیثیت سے جماعت کے کام کو بڑھاتے رہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ کے جانشین حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کی امارت اور ولی کامل حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ العالی اور ولی ابن ولی صاحبزادہ مولانا عزیز احمد کی نائب امارت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا سفر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔

آیئے! اس کانفرنس کے موقع پر ہم تجدید عہد کریں کہ ہم ہر حال میں عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کریں گے، سرکار دو عالم فخر موجودات احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے لئے ہر قربانی دیں گے اور زندگی کے آخری سانس تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باغیوں کا تعاقب جاری رکھیں گے۔ ☆☆☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

حسنی اور حسینی رضی اللہ عنہما کردار

مولانا حافظ گلزار احمد آزاد

اسلامی معاشرہ بلکہ تمام انسانی معاشرہ میں دو قسم کے کردار بڑی اہمیت کے حامل ہیں ان کو نظر انداز کرنے والا معاشرہ فلاحی اور کامیاب انسانی معاشرہ نہیں کہلا سکتا ہے نمبر ایک: جب برائیاں عام ہونے لگیں تو بد اخلاق گناہ، جرائم، نافرمانیاں، ظلم، بے انصافی اور ہر برائی کو قوت بازو سے روکا جائے۔ اس کا مقابلہ قوت و طاقت سے ممکن نہ ہو تو زبان سے روکا جائے۔ اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ اگر قوت بازو سے روک نہیں سکتے اور نہ ہی زبان سے روکنے پر قادر ہیں تو اپنے دل میں تو اس سے نفرت کریں یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے و ذلک اضعف الایمان۔ دوسرا کردار یہ ہے کہ اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اپنا حق چھوڑ دینا، ایثار کرنا، قربانی دینا بالخصوص اقتدار، سیاست، کرسی چھوڑ دینا جس سے قوم متحد ہو جائے دین وملت کی بہتری ہو جائے یہ دونوں کردار اپنی اپنی جگہ بہت مشکل ہیں، اولوالعزم ہمت والے لوگوں کا کام ہے، پہلے کردار کی ادائیگی میں ظلم سہنا، مصیبتیں برداشت کرنا قید کاٹنا، بھوکے رہنا دکھوں کا سامنا کرنا، بیڑیاں پہننا، ہتھکڑیاں لگوانا، وطن سے بے وطن ہونا، اپنوں سے جدا ہونا، زخموں سے تڑپنا، قتل ہونا، شہید ہونا، سولی پر لٹکنا مصلوب ہونا وغیرہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اور دوسرے کردار کو نبھانا بھی اتنا آسان نہیں بلکہ وہ تو اس سے بھی مشکل نظر آتا ہے کہ اقتدار چھوڑنا، کرسی قربان کر دینا بڑے جگر اور حوصلے کا کام ہے اقتدار کے بارے میں تو مولانا ابوالکلام آزادؒ نے لکھا ہے کہ ''سیاست کے جسم میں دل نہیں ہوتا'' اقتدار کے لئے باپ اپنے بیٹے کو معاف نہیں کرتا ہے اور بیٹا باپ کو گرفتار کر کے جیل بھجوانے میں عافیت خیال کرتا ہے اگر آپ چاہیں تو پہلے کردار کو حسینی کردار کہہ سکتے ہیں کیونکہ نواسہ رسول، جگر بتول، پسر علیؓ نے اس کردار کو نبھا کر اس کا حق ادا کر کے اس کو نکھار کر اپنے نام کر لیا ہے اب جب بھی اس کردار کو اپنانے والوں کا تذکرہ ہوگا، ان میں حسین بن علیؓ ہر آنکھ کو چمکتے دمکتے سب سے نمایاں اور ممتاز نظر آئیں گے آپؓ بھی اگر چاہتے تو گھر بیٹھے عبادت و ریاضت کرتے، تکالیف کے مقابلہ میں راحتوں اور آسائشوں کا انتخاب کر لیتے مگر انہوں نے کانٹوں پر چلنے کا پُر صعوبت راستہ اختیار کر کے اپنے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بچانے اور صحیح رخ پر ڈالنے کے لئے موثر جاندار راہنمائی کی ہے جس کا تسلسل قیامت تک جاری رہے گا یا اسوۂ حسینؓ ہے۔

برائی کے خلاف عملی جدو جہد کی جائے اس میں اگر جان بھی چلی جائے تو اس کی بھی پرواہ نہ کی جائے، حضرت حسینؓ نے حکمرانوں، رئیسوں، جاگیرداروں، سازشیوں کی بات نہ مانی، برائی کو برائی کہا اور سازشیوں کے خط واپس نہ کئے، ابن زیاد کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا کنبہ شہید کروا لیا جوان بیٹے علی اکبرؓ کی لاش اٹھائی تو زبان پر جاری تھا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۵۶ سالہ حسینؓ کے حوصلہ وصبر کو دنیا داد تحسین دے رہی ہے اور دیتی رہے گی۔

جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کر کچھ نہ کھویا وہ حسین

اسلامی دینی اقدار کے تحفظ کے لئے اور گلشن مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی آبیاری کے لئے فاطمۃ الزہراؓ کے آنگن کے مرتضوی اور مصطفوی پھول نے اپنا مقدس خون پیش کر دیا۔

خون اپنا بہایا امن کے لئے
اور جان دیدی نبی کے چمن کے لئے

اسلامی سوسائٹی میں اس کردار کا موجود رہنا قومی زندگی اور بقاء کی علامت ہے، اس کو ہی چیک کرنے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے ایک دفعہ اپنی جمعہ کی تقریر میں کہا: ''بیت المال ہمارا ہے ہم جہاں چاہیں اس کو صرف (استعمال) کریں ہم سے کوئی پوچھ نہیں سکتا ہے'' سب لوگوں نے سنا کوئی نہ بولا، اس طرح دوسرے جمعہ کو بھی کوئی نہ بولا، تیسرے جمعہ کے دوران خطبہ میں پھر اسی بات کو دہرایا تو مجمع کے درمیان سے ایک آدمی تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا'' جناب بیت المال نہ تمہارا ہے اور تمہارے باپ کا یہ قوم کا مال ہے اور یہ قوم پر ہی خرچ ہونا چاہئے خلاف ورزی کرنے والے کو ہم اس تلوار سے سیدھا کر دیں گے'' جمعہ سے فراغت کے بعد آپ نے اس آدمی کو بلوایا اس کی تعریف کی اور فرمایا: ''تو نے کلمہ حق کہہ کر مجھے زندہ کر دیا ہے غلط بات کو جب کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہوگا تو وہ بدترین دور ہوگا میں نے اسی بات کو معلوم کرنے کے لئے یہ بات کہی تھی پہلے تو میں پریشان ہو گیا تیرے اٹھنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔'' آج ہمارے معاشرہ میں برائی کو برائی کہنے والے ختم ہوتے جا رہے ہیں دھڑا، گروپ، جماعت، پارٹی، طاقت، دولت کی ہاں میں ہاں ملانے والے عام ہو گئے ہیں اگر حضرت حسینؓ سے محبت کرتے ہیں تو حسینی کردار بھی اپنانا ہوگا ورنہ سب دعوے جھوٹے اور بے حقیقت ہیں۔ اب دوسرے اہم کردار کا بھی آپ جائزہ لیں اور اس کی اہمیت اور افادیت کو موجودہ عالم اسلام کے حالات کے

تناظر میں پرکھیں اور پھر رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی جو کہ ایک معروف حدیث ہے کہ فرمایا: ''میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلم جماعتوں میں صلح کروائے گا'' اس حدیث کی روشنی میں حضرت حسنؓ کے کردار کی عظمت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے صورت حال یہ تھی کہ دشمنوں کافروں کو موقع مل گیا کہ وہ بڑے آرام سے اہل اسلام کے خلاف منصوبے بنانے لگے جہادی قافلے رک گئے اسلام کی نشر واشاعت بند ہوگئی، باہمی جنگ و جدل نے تمام عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اسلامی فوجیں جدھر جاتی تھیں علاقوں کے علاقے فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کر لیتیں، غیر مسلموں کے کارواں کے کارواں دعوت اسلام قبول کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے، یکا یک تمام تر مفید سرگرمیاں بند ہوگئیں منفی سرگرمیاں باہمی لڑائیوں کی شکل میں زور وشور سے جاری ہوگئیں، اب تمام تر توانائیاں آپس میں لڑنے پر صرف ہو رہی ہیں ان حالات میں حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے اپنی شرائط منوا کر ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا باہمی صلح ہوگئی مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا اسلامی فتوحات کا مبارک سلسلہ پھر سے شروع ہوگیا دینی نشر واشاعت اور تبلیغ کی بہار کا موسم آ گیا اس صلح والے سال کو عام الجماعۃ یعنی اتحاد واتفاق کا سال کہا گیا، حضرت حسنؓ کے اس اقدام سے مسلمانوں کے چہرے کھل اٹھے اس سے آپ منور وجوہ المومنین قرار پائے یعنی ایمان والوں کے چہروں کو خوشی وشادمانی سے روشن کرنے والے، اس کارنامے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہونے کے ساتھ ساتھ اہل اسلام کو نئی زندگی مل گئی اسلامی کارواں پہلی ہی آن بان شان کے ساتھ اپنی حسیں منزل کی طرف رواں دواں ہوگیا لیکن اہل مرض ونفاق پیچ وتاب کھانے لگے ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی، پریشان ہوگئے شاہزادۂ نبوت کو برا بھلا کہنے لگے العیاذ باللہ یا مسوّد وجوہ المومنین کہہ کر پکارنے لگے کہ تم نے مومنوں کے چہرے سیاہ کر دیئے ہیں ذلت کا باعث بنا ہے۔ ان دونوں کرداروں کی اہمیت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے اپنی اپنی جگہ دونوں از بس ضروری اور اہم ہیں مگر موجودہ حالات میں جو مسلم ممالک کی بے بسی اور کسمپرسی کا یہ عالم ہے کہ اپنے داخلی فیصلے بھی خود نہیں کر سکتے وہاں بھی غیروں کا عمل کوئی ڈھکی چھپی ہوئی بات نہیں رہ گئی اور خارجہ امور تو طے ہی متسلط غالب، طاقتور، سامراجی لابیاں تہہ کرتی ہیں کسی ایک اسلامی ملک سے زیادتی ہوتی ہے دوسرا سمجھتا ہے میں محفوظ ہوں میں ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا جس کی وجہ سے یہ پکڑا گیا ہے پھر جب یہ زد میں آتا ہے، تیسرے کی بھی یہی سوچ ہوتی ہے کہ میں بچ گیا ہوں ہر کوئی اپنا اقتدار بچانے کی کوشش میں ہے درحقیقت کبھی غیر محفوظ ہیں ہاں اگر سب متحد ومتفق ہو کر اپنی ذاتی منفعت اور گروہی اغراض چھوڑ کر قومی وملی تقاضوں کو ترجیح دیتے ہوئے ایکا کر لیں اسوۂ حسنی کو اپنا آئیڈیل بنائیں اقتدار سدا نہیں رہتا جبکہ کردار دنیا و آخرت میں ساتھ رہتا ہے ملت کے مفاد میں ذاتی مفاد کو قربان کرنے والے ہی قوموں کا مقدر سنوارتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کا نام سدا زندہ اور روشن رہتا ہے آج کے دور کا المیہ اور عالم اسلام کی بے بسی دشمن لابیوں کی عیاری دیکھئے ہمارے ہی وسائل سے وہ کمائی نہیں بلکہ لوٹ مار کر کے ہمیں ہی قرض دے کر مقروض کر رہے ہیں اور ہماری ہی فوج سے ہمیں مروا کر نعرے لگا رہے ہیں کہ ہم دنیا سے دہشت گردوں کا خاتمہ کر کے چھوڑیں گے جن مسلمان سربراہوں نے اس حقیقت کو پالیا تھا اور اپنی بساط کے مطابق اس کے خلاف پلاننگ بھی شروع کر دی تھی ان طاغوتی لابیوں نے نا صرف انہیں مروا دیا بلکہ اپنے تئیں نشان عبرت بنا دیا مثلاً شاہ فیصل مرحوم، ذوالفقار علی بھٹو، کرنل قذافی، صدام حسین وغیرہ اب دیکھئے انہیں مروانے کے لئے بھی ہمیں استعمال کیا گیا عراق افغانستان میں جو مسلمانوں کا قتل عام ہوا یا اب ہو رہا ہے اس میں بھی ہم ہی اس طاغوتی شیطانی نظام کے آلہ کار بن کر اپنے ہاتھوں اپنے جسم کے اعضاء کاٹ کاٹ کر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں اس تمام گھناؤنے کردار کے پیچھے ہماری نااتفاقی، ذاتی منفعت اپنے زعم کے مطابق کرسی اقتدار کا تحفظ ہی کارفرما ہے اس کے بھیانک نتائج سامنے آ رہے ہیں برما، اریٹریا میں مسلمانوں کی نسل ختم کی جا رہی ہے روہنگیا مسلمان لاوارث بنے سمندر میں اپنی موت ڈھونڈ رہے ہیں مارنے والے انہیں مار مار کر تھک جائیں تو تھوڑی دیر سانس لے لیتے ہیں ورنہ انہیں روک ٹوک کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

بڑے کا نام حضرت حسنؓ ہے چھوٹے کا نام حضرت حسینؓ ہے دونوں نام رحمت کائنات نے خود رکھے کانوں میں اذان بھی دی گھٹی بھی دی ان کی زبان اپنے منہ میں لے کر چوسی، گود میں کھلایا۔ سینے سے چمٹایا پیشانیاں چومیں، دعائیں دیں کندھوں پر اٹھایا بٹھایا ان دونوں کے بارے میں فرمایا: ''یہ دونوں میرے پھول ہیں اور فرمایا یہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں'' دونوں نے جنت میں عورتوں کی سردار فاطمۃ الزہراء کا دودھ پیا دونوں کی تربیت فاطمہؓ علیؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی، یہ دونوں ولایت ونبوت کے شہزادے ہیں ولایت ونبوت کی گود کے پروردہ ہیں دونوں کا کردار امت محمدیہ کے لئے مینارۂ نور ہے داخلی امور میں اسوۂ حسینی پوری ملت کو جگائے رکھے گا برائی دب جائے گی اور نیکی پروان چڑھے گی اور خارجہ امور یعنی دوسرے تمام اقوام کے مقابلے میں اسوۂ حسنی ہے کہ ایک ہو کر متحد ومتفق ہو کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر دنیا کی دوسری تمام اقوام سے نمٹو تو نتیجہ یقیناً تمہارے حق میں ہوگا۔ وما توفیق الا باللہ ☆☆

ایک امریکن خاتون کا قبولِ اسلام

مسعود حسن حسنی ندوی

کاندیس سالو امریکن خاتون ہیں، پہلے یہ نصرانی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت سے نوازا اور اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے وہ اسلام میں داخل ہوگئیں، ان کی وہ گفتگو جس میں انہوں نے بعض معاشرتی اثرات کا ذکر کیا ہے، جو ان کے اسلام قبول کرنے کا سبب ہے۔ ہم قارئین کے سامنے پیش کررہے ہیں:

اسلام لانے کا محرک:

ہم نے ان سے سوال کیا، بہن کاندیس! کیا ہمارے قارئین کے سامنے اپنا تعارف کرائیں گی؟

جواب: میرا نام کاندیس سالو ہے، میں امریکی النسل ہوں، امریکا کے صوبہ الی نوائے کے شکاگو شہر کی رہنے والی ہوں، چند سال پہلے میں نے ایک عرب مسلمان سے شادی کی، نصرانی ماحول میں میری پرورش ہوئی، میں کیتھولک مذہب سے وابستہ تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر مجھے اسلام کی نعمت سے نوازا، چند دنوں پہلے ہی میں نے اپنے اسلام کا اعلان ریاض کے ایک دعوتی مرکز میں کیا۔

سوال: آپ اپنی علمی اور تعلیمی صلاحیت کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب: علمی میدان میں متعدد ڈگریاں حاصل کرچکی ہوں، میرا اصل میدان غیر یورپین لوگوں کو انگریزی پڑھانا ہے، اس کا مجھے بڑا تجربہ بھی ہے اور ذوق بھی، مجھے اس سلسلے میں دوسروں کی مدد کرکے خوشی محسوس ہوتی ہے۔

سوال: بہن کاندیس آپ کی اسلام سے واقفیت کی ابتدا کیسے ہوئی؟

جواب: میں نے متعدد اسباب کی بنا پر متعدد سال تک اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کے سلسلے میں بڑی کوشش کی، ان اسباب میں سے ایک سبب میرے شوہر کا عرب مسلمان ہونا تھا، وہ مجھے اسلام کی دعوت دیتے رہے اور اس عظیم دین کی مبادیات سے مجھے واقف کراتے رہے، اس سلسلہ میں ان کی خوش اخلاقی نے واسطہ کا کام کیا (یہ کام وہ اپنی خوش اخلاقی کے ذریعہ کرتے رہے) میرے ساتھ بھی ان کا معاملہ بہت ہی اچھا رہا، میں بھی اس سے بہت متاثر ہوئی، اس مسلمان شوہر سے وابستہ رہنے میں جس نے اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال رکھا تھا، مذہب کے فرق کے باوجود میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتی ہوں، ان اخلاق کریمانہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ میرے شوہر کی محبت واحترام میرے خاندان کے تمام لوگوں کے دلوں میں گھر کرگئی، اچھے سلوک اور اخلاق برتاؤ کے ساتھ میں نے انہیں اپنے مذہب کا سخت پابند دیکھا۔

کویت میں میرے شوہر کے چچازاد بھائی نے جو ایک دعوتی مرکز پر کام کرتے تھے، مجھے اسلام سے واقف کرانے کی کوشش کی، اس سلسلہ میں انہوں نے ایک نو مسلم انگریز عورت سے ملاقات میری بھی کرائی جو دعوتی مرکز کے اس شعبہ کی سرگرم رکن تھیں، جس کا کام غیر مسلم عورتوں کو اسلام سے واقف کرانے کا تھا، اس جمعیت کے توسط سے میری ملاقات اپنی ہم وطن امریکی عورتوں سے ہوگئی اور ان ایمانی ملاقاتوں سے بہرہ ور ہونے کا سلسلہ جاری بھی رہا۔

سوال: اسلامی ملکوں میں رہ کر آپ کو کس چیز نے زیادہ متاثر کیا؟

جواب: وہ امور جنہوں نے مجھے اسلامی ملکوں میں سب سے زیادہ متاثر کیا، ان میں سے مسلمانوں کی زندگی کے اسلوب وطریقے ہیں۔

ریاض اور کویت میں میں نے مشاہدہ کیا کہ مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی میں دین وشریعت کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے، مجھے مسلمان خاندان اور اس کے افراد کے درمیان باہمی ربط پسند آیا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ تمام مسلمان اپنے رب کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، اسلامی ملکوں کی سڑکیں شرابیوں اور نشے بازوں سے خالی رہتی ہیں، وہاں لوگ نشہ آور اشیا کا استعمال نہیں کرتے ہیں، چور اور ڈاکوؤں کا وہاں گزر نہیں ہے اور میں نے دیکھا کہ مغربی معاشرہ جن امراض سے پریشان ہے، وہ اجتماعی امراض اسلامی ملکوں میں نہیں ہیں، بلکہ وہاں لوگ حقیقی امن وسلامتی کی زندگی سے بہرہ ور ہیں۔

سوال: وہ کون سے اہم محرکات ہیں جنہوں نے آپ کو قبول اسلام کرنے پر آمادہ کیا؟

جواب: جن سعودی لڑکیوں کو میں پڑھاتی

تھی، وولڑکیاں مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتی تھیں اور ان کی دعوت دینے کی حرص ہی نے مجھے اسلام کی طرف مائل کیا انہوں نے شوق اور سچائی سے بار بار اپنی اس دلچسپی کا اظہار کیا کہ اسلام قبول کرکے میں ان کی بہن بن جاؤں اور ان طالبات نے اپنی اس دلی خواہش کا اظہار کیا کہ ان کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ جس طرح وہ یہاں ہمارے ساتھ ہیں، جنت میں بھی ساتھ ہی رہیں۔ طالبات کی یہ خواہش محض رسمی خواہش نہیں تھی بلکہ اس خواہش کے سلسلہ میں وہ مخلص ہونے کے ساتھ ہی حقیقتاً ان کو میرے اسلام قبول کرلینے سے دلچسپی بھی تھی، اس معاملہ میں وہ سچی بھی تھیں، طالبات کا میرے تئیں محبت کے اس معاملہ اور ان کے احساسات نے میرے دل کو متاثر کیا اور مجھے ان کا فریفتہ کردیا۔

اسی کے نتیجہ میں میں نے دین اسلام کا تازہ مطالعہ شروع کردیا اور اس مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ دین اسلام نہ صرف یہ کہ تمام گوشوں پر حاوی ہے بلکہ اپنے اندر کشش رکھتا ہے اور یہ ایسا دین ہے جس کے اصول سے واقف ہونا ضروری ہے اور میرا یہ قدم درحقیقت، حقیقت کی جانب پیش قدمی ہے۔

سوال: دین اسلام قبول کرنے کا جو فیصلہ آپ نے کیا، اس فیصلہ سے پہلے آپ نے کن کتابوں کا مطالعہ کیا؟

جواب: دین اسلام قبول کرنے سے پہلے میں نصرانیت پر تھی اور کیتھولک چرچ کے تقاضوں کے مطابق ہی چرچ کے پادری کے ہاتھوں میری تربیت مکمل ہوئی تھی، چونکہ ابتدائی تعلیمی مراحل میں مذہبی اسباق دیئے جاتے تھے، ان مذہبی اسباق سے وابستگی اور دوسری راہبات کی مذہبی سرگرمیوں نے مجھے بہت ہی متاثر کیا، ان راہبات نے مجھے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ میں ترک دنیا کرکے چرچ کی سرگرم رکن بننے کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر چرچ میں سے وابستہ ہوجاؤں، لیکن اچانک ایک حادثہ نے میری روحانی زندگی میں تبدیلی پیدا کردی اور میری مذہبی زندگی پر بھی اثر ڈالا۔

واقعہ یہ ہوا کہ مجھے ایک عرب مسلمان نے شادی کی پیشکش کردی جبکہ میرا یہ حال تھا کہ میں نصرانیہ تھی اور مذہب کی پابند بھی اور میری خواہش یہ بھی تھی کہ پوری قوت کے ساتھ نصرانی احکام پر عمل پیرا رہوں، اور اپنی زندگی کو انہی کے مطابق ڈھال لوں۔

میں اسی مقصد کو ملحوظ خاطر رکھ کر اور پادری سے یہ امید رکھتے ہوئے چرچ گئی کہ وہ اس شادی کے سلسلہ میں اچھے کلمات سے نواز کر برکت کی دعا کردے، لیکن پادری غصہ ہوا اور اس نے شادی کو رد کردیا، شادی کرنے کے لئے اس نے ایک شرط یہ رکھی کہ میں اپنے بچوں کی تربیت نصرانی تعلیم کے مطابق کروں، اس سلسلہ میں ضروری یہ ہوگا کہ اولاد کو چرچ لاکر نصرانیت کے مطابق ان کی تربیت کرنی ہوگی، چونکہ اولاد کی تربیت کا حق صرف شوہر کا ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی اولاد کی تربیت کرے، اس لئے اب چارہ بھی رہ گیا تھا کہ اس شرط کا انکار کردیا جائے، کیونکہ مجھے معلوم تھا اور معلوم ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ میرا شوہر کبھی بھی اپنی اولاد کو چرچ سے وابستہ کرنے کا روادار نہیں ہوگا۔

میرے شوہر کے اخلاق بہت ہی اچھے ہیں، ان کے اخلاق اسلام کا نمونہ ہیں، مسلمانوں کو نماز پڑھانے کا ان کا جو منظر ہوتا ہے وہ میرے اندر سرور کی کیفیت پیدا کردیتا ہے وہ اپنے دین کے حق میں نہایت مخلص ہیں اور ان کا عقیدہ بہت پختہ ہے، انہی وجوہ کی بناء پر میں نے چرچ جانا چھوڑ دیا میں نے پہلے ہی محسوس کیا تھا کہ پادری ہمیں ایک چیز کی تعلیم دیتے ہیں، پھر خود اس کے خلاف کرتے ہیں، ہمیں کسی چیز کی تعلیم دیتے ہیں، پھر اچانک ہی ان کا یہ حکم صادر ہوتا ہے کہ جس چیز کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے ہم اس کو چھوڑ دیں، ان کی ہدایات بدلتی رہتی ہیں، گمراہی، بربادی اور محرومی کی شکل میں اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے، ان سب چیزوں کے باوجود دل کی گہرائیوں سے میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی تھی اور مغفرت کی امید کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی رہتی تھی، اسی چیز کے حصول کی خاطر میں نے تمام جماعتوں کی طرف رُخ کیا، یہاں تک کہ یہ سفر اسلام پر جاکر ختم ہوا۔ اسلام کی جانب اپنے سفر کو میں اپنی خوش نصیبی سمجھتی ہوں، کیونکہ اسلام ہی نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی اور اسلام کے ساتھ وابستہ رہ کر اور اسلام قبول کرکے میں نے حق کو پہچانا اور یقین تک پہنچی۔

سوال: کیا یہاں کچھ ایسی دوسری اشیاء بھی ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے پر آپ کو آمادہ کیا؟

جواب: سب سے بنیادی چیز جس نے اسلام کی طرف متوجہ کرنے میں اہم رول ادا کیا وہ قرآن کریم ہے، نصرانی رہتے ہوئے میں بھی تین خدا کے عقیدہ کے مفہوم کو سمجھ نہیں پائی تھی، جبکہ مسلسل میں اس عقیدہ کا تشفی بخش جواب حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پادریوں نے سختی سے میرے سوالات کا جواب دینے سے انکار کردیا اور مجھے خاموش رہنے کو کہا کہ آئندہ اس سلسلہ میں خاموش رہوں اور خاموشی کے ساتھ اس عقیدہ پر ایمان لے آؤں اور ان خیالات اور وساوس میں جو اس سلسلہ میں میرے اندر اٹھ رہے ہیں، اپنے آپ کو نہ الجھاؤں، اس پر ایمان ہی دراصل مطلوب ہے اس کے علاوہ اس میں غور وفکر مطلوب نہیں ہے۔

ایک اور چیز یہ تھی کہ میں اپنے آپ سے سوال کرتی رہتی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کیوں حضرت مریم علیہا السلام کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں؟اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان سے دعا مانگتے ہیں، کیونکہ ہم قدیسین کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں اور ان سے دعا مانگتے ہیں؟ کیوں ہم مسیح علیہ السلام کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں اور انہی سے دعا کرتے ہیں؟ اور خالق عزوجل سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ وہ انسان جو خون اور گوشت سے پیدا ہوا ہے وہ کیسے اللہ کا بیٹا ہوسکتا ہے؟ جبکہ پادری کا ہم سے مطالبہ رہتا ہے کہ ہم ان پر آنکھ بند کرکے ایمان لائیں اور خاموش رہیں، آخر ایسا کیوں؟ ہمارے اشکالات کا جواب نہیں دیتے تھے جو ہمارے ذہن میں پیدا ہوتے تھے۔

سوال: بہن کاندلیس جس وقت آپ نے کلمہ شہادت پڑھا، اس وقت آپ کا احساس کیا تھا؟

جواب: میں اپنے مسلمان بھائیوں سے امید رکھتی ہوں کہ وہ غیر مسلموں کو دین کی دعوت دینے میں صبر و بردباری اور قوت برداشت کا مظاہرہ کریں گے، آج دنیا میں بہت سے اچھے لوگ بھی ہیں لیکن نصرانی چرچ نے ان کو دھوکا میں ڈال رکھا ہے اور ان کے سامنے صورتحال کی صحیح تصویر پیش نہیں کی ہے، اسی وجہ سے مسلمان بھائیوں سے میری گزارش ہے کہ وہ ان لوگوں کی مدد کریں اور ان کو صراط مستقیم کی طرف لے جائیں، قرآن کے تراجم کے نسخے ان کو فراہم کریں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ حق کی آواز بلند ہوکر رہے گی اور جلد ہی جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کو معلوم ہوجائے گا کہ قرآن کریم حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وہ آخری صحیفہ سماوی ہے، میرا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانا ہر مسلمان پر واجب ہے، دعوت کا طریقہ کار مختلف ہے، چاہے اسلام کے اخلاق سے اپنے آپ کو متصف کرکے یہ دعوت دی جائے، یا قرآن کریم جس طرح روزمرہ کی زندگی گزارنے کی دعوت دیتا ہے، اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال کر اس کی دعوت دی جائے۔ یورپ کے لوگوں کی نظر میں عربوں اور مسلمانوں کی جو تصویر ہے وہ یہ ہے کہ عدل وانصاف اور صحیح چیز کی طرفداری ان کے اندر مفقود ہے، کاش وہ سعودی عرب آکر مسلمانوں کے درمیان تھوڑی دیر کے لئے رہیں، یہاں انہیں ایک ایسا معاشرہ ملے گا جو سلامتی اور امن کا داعی ہے، یہاں کی جو سلامتی ہے ہمارے مغربی معاشرہ میں وہ ناپید ہے، اس ملک میں جس میں اللہ تعالیٰ کی شریعت نافذ ہے، وہ بلند اخلاق اقدار کے ساتھ ایسے خاندانی اقدار بھی پائیں گے جو مغربی معاشرہ میں ناپید ہیں، میں اپنے آپ کو بہت مطمئن محسوس کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کام کے لئے سعودی عرب آنے کا موقع فراہم کیا اور یہاں قیام کرنے اور حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

میں کہتی ہوں کہ اسلام اور اس کے عقیدہ کے مطالعہ سے میری علمی معلومات میں زبردست اضافہ ہوا ہے اور اپنی دینی بہنوں سے تعلقات بڑھے ہیں، یہ بہنیں مجھ سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتی ہیں اور مجھے بھی ان سے اللہ کے لئے محبت ہے، یہ بہترین لوگ ہیں۔

سوال: کیا دوسرے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا آپ کا ارادہ ہے؟

جواب: یقیناً اپنے جاننے والوں اور رشتہ داروں کو قرآن مجید کے انگریزی ترجمے دینے کا میرا پختہ ارادہ ہے تاکہ ان پر حق واضح ہوجائے۔

یہ میرا یقین اور ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ ہم اسلام جو اس دنیا میں اور آخرت میں حقیقی سعادت اور کامیابی دینے والا بہترین دین ہے، اس کی طرف دوسروں کو دعوت دیں، پوری رضامندی سے اور مطمئن ہوکر طیب خاطر کے ساتھ میں اسلام لائی، شوہر کی رضامندی یا ان کو خوش کرنے کے لئے میں نے اسلام قبول نہیں کیا، یہ جاننے کے بعد کہ قرآن کلام الٰہی ہے اور قرآن حق ہے، یہ آخری کتاب ہے، میں اسلام لائی، کلمہ شہادت کی ادائیگی کا لمحہ میری زندگی کے سب سے خوبصورت لمحات میں سے ایک تھا، اس لئے اس کی ادائیگی کے ذریعہ ہی سے اپنی تلاش کردہ حقیقت تک پہنچ سکی تھی۔

سوال: آپ کے خاندان والوں کو آپ کے قبول اسلام کا جب پتہ چلا تو انہوں نے کیا موقف اختیار کیا؟

جواب: یہ بہت ہی مشکل سوال ہے، میرے خاندان کی صورت حال جس میں کہ میں پروان چڑھی، واقف کرائے بغیر اس کا جواب اور بھی مشکل ہوگا، میری پرورش اس حال میں ہوئی کہ میرے والدین بچپن میں ہی انتقال کرچکے تھے، اسی وجہ سے میں خاندانی حرارت اور خاندانی مشاعر سے محروم رہی اور والدین کی محبت سے ناآشنا رہ گئی، میں نے بہت ہی تنگدستی میں زندگی گزاری ہے، میں نے بچپن ہی میں گھر چھوڑ دیا اور جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی شادی کرلی اور مجھے چرچ سے محض اس لئے نکال دیا گیا کہ میں نے مسلمان سے شادی کرلی تھی، یہی میرا جرم تھا، مجھے خاندان کے ردعمل کی کوئی پرواہ نہیں تھی، اس لئے خاندان نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، شادی کرنے کے بعد مجھے نیا خاندان مل گیا جس میں مجھے سکون و راحت ملی اور بہنوں، بھائیوں کی محبت ملی اور خاندانی سکون کا مجھے پہلی بار تجربہ ہوا۔

☆☆..........☆☆

خواص کے ساتھ مخصوص اسباب:

یہ تین اسباب انتہائی غامض اور دشوار ہیں یہ محض شر ہوتے ہیں' لیکن شیطان ان پر خیر کا ملمع کر دیتا ہے یا ان میں خیر ہوتا ہے لیکن شیطان ان میں شر کی آمیزش کر دیتا ہے۔

پہلا سبب تعجب: کبھی کسی دین دار سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو وہ تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں اس کے عمل پر حیرت ہے۔ اسے تو ایسا نہ کرنا چاہئے تھا یہ صحیح ہے کہ دین دار آدمی کی غلطی تعجب کا باعث ہوتی ہے۔ لیکن کہنے والے کو نام لینے کے بجائے' صرف تعجب ظاہر کرنا چاہئے تھا' شیطان نے نام لینے پر اکسا کر اس دینی جذبہ کو غیبت میں بدل دیا' اور کہنے والے کو معصیت میں مبتلا کر دیا اور اسی طرح کسی شخص کے متعلق یہ کہنا بھی غیبت میں داخل ہے کہ فلاں شخص پر حیرت ہے کہ وہ کیسی بدصورت عورت سے محبت کرتا ہے یا پڑھا لکھا ہو کر کسی طرح فلاں جاہل کے پاس آتا جاتا ہے۔

دوسرا سبب جذبہ شفقت: یعنی کسی شخص کی حالت پر غمزدہ ہو جائے اور اسے امر معیوب میں مبتلا دیکھ کر یہ کہے کہ فلاں شخص کی موجودہ حالت نے مجھے مضطرب کر رکھا ہے' مجھے اس کی حالت پر افسوس ہے' افسوس کا دعویٰ صحیح ہے اور جذبہ بھی قابل قدر ہے لیکن نام غضب ہو گیا اور ایک اچھا جذبہ غیبت کا سبب بن گیا مسلمان کی خطاؤں پر غم کرنا اور اس کے لئے اپنے دل میں رحم کا جذبہ محسوس کرنا بہت اچھی بات ہے' لیکن شیطان نام لینے پر اکسا کر اس اچھی بات میں بھی شر کی آمیزش کر دیتا ہے۔

تیسرا سبب' اللہ کے لئے غصہ: کسی شخص کو غیر شریفانہ حرکت میں مبتلا دیکھ یا اس کے متعلق غلط بات سن کر ایمانی حمیت کے تقاضے سے غصہ آتا ہے اگر غصہ آیا اور نام لے کر اس کا اظہار کیا تو یہ عمل بھی ثواب سے محرومی کا سبب بن جائے گا بلکہ الٹا غیبت کا سبب بن جائے گا' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے غصہ کرنا اچھا ہے'

غیبت اور بدگمانی سے بچیے!

مولانا ابوضیاء الرحمٰن ہزاروی

لیکن یہ خیال ضرور رہنا چاہئے کہ اگر کسی مخصوص شخص پر خفگی ظاہر کرنی ہو تو اس طرح کرنی چاہئے کہ دوسرے شخص کو اس کی اطلاع نہ ہو یا نام لینا ضروری ہو تو پھر خفگی کا اظہار نہ کرنا چاہئے یہ وہ باریکیاں ہیں کہ عوام تو کیا علماء بھی جو خواص کہلاتے ہیں ان سے واقف نہیں ہو پاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ تعجب' شفقت اور خفگی اگر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو نام لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے' یہ ایک غلط گمان ہے غیبت کے باب میں جہاں جہاں اجازت دی گئی ہے' وہاں بھی نام لینے کی گنجائش نہیں ہے۔ عامر بن واثلہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص کسی قوم کے پاس سے گزرا انہیں سلام کیا جب وہ آگے بڑھ گیا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں اس شخص سے اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرتا ہوں' لوگوں نے اس کی یہ بات پسند نہ کی اور اس سے کہہ دیا کہ ہم اسے بتلائیں گے کہ فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہتا ہے' چنانچہ ایک شخص پیچھے پیچھے گیا اور اسے واقعے کی خبر دی وہ شخص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے متعلق اس کا قول نقل کیا اور درخواست کی کہ اسے طلب فرمائیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر دریافت کیا' اس نے عرض کیا یقیناً یہ بات کہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا' تم اس سے کیوں نفرت کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا یہ میرا پڑوسی ہے اور میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں یہ شخص فرض نماز کے علاوہ کبھی نماز نہیں پڑھتا' اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس شخص سے یہ دریافت فرمائیں کہ کیا میں نے کبھی فرض نماز پڑھنے میں تاخیر کی ہے یا اچھی طرح وضو نہیں کیا ہے یا رکوع و سجود ٹھیک طریقے پر ادا نہیں کئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا' اس نے عرض کیا یہ بات تو ہے کہ یہ شخص نماز میں تاخیر نہیں کرتا' وضو اچھی طرح کرتا ہے اور رکوع و سجود اطمینان سے ادا کرتا ہے' لیکن میں نے اس شخص کو رمضان کے علاوہ کبھی روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا' اس مہینے میں تو نیک و بد سب ہی روزہ رکھ لیتے ہیں' اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص سے دریافت کیجئے کیا کبھی میں نے رمضان میں افطار کیا ہے یا ماہ رمضان کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس نے اعتراف کیا کہ واقعتاً یہ شخص رمضان میں پابندی سے روزے رکھتا ہے اور اس ماہ کے حقوق پورے طور پر ادا کرتا ہے' لیکن میں نے دیکھا ہے کہ یہ شخص نہ کسی سائل کو کچھ دیتا ہے اور نہ کسی غریب کو میں نے زکوٰۃ کے علاوہ اسے کچھ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ زکوٰۃ تو اچھے برے سب لوگ ادا کرتے ہیں اس شخص کو راہ خدا میں کچھ خرچ کرتے ہوئے نہیں دیکھا' اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس سے پوچھیں کہ کیا کبھی میں نے زکوٰۃ ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے یا طالب زکوٰۃ کو ٹالنے کی کوشش کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: اس نے عرض کیا ایسا تو ہے کہ یہ زکوٰۃ بروقت ادا کرتا ہے اور کبھی کوتاہی نہیں کرتا' آپ نے فرمایا: یہاں سے اٹھو شاید یہ شخص تم سے اچھا ہو (اور تم اسے برا کہتے ہو)۔ ☆☆☆

سانحہ منیٰ... کچھ قابل غور پہلو

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

حج کے دوران منیٰ میں پیش آنے والے افسوس ناک سانحہ پر پورا عالم اسلام سوگوار ہے۔ یہ سانحہ اپنی نوعیت کا المناک ترین حادثہ ہے۔ اس حادثے میں شہادت کا رتبہ پانے والے خوش نصیب حجاج کرام اس لحاظ سے بخت کے سکندر نکلے کہ اللہ رب العزت نے انہیں فریضۂ حج کی ادائیگی کے دوران، احرام کی حالت میں، مقدس ترین مقام پر اپنے وصال کے لئے منتخب فرمایا۔ یہ ایک ایسی خوش بختی ہے جس پر ہر کسی کو رشک آتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے جس شخص کو جس حالت میں موت آتی ہے اس کو اسی حالت میں اٹھایا جاتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے لحاظ سے احرام کی حالت میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرنے والے ان سعادت مند لوگوں کو قیامت کے دن بھی یقیناً احرام کی حالت میں اٹھایا جائے گا اور اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے لئے خصوصی اعزاز و اکرام والا معاملہ ہوگا۔ اس حادثے میں جان سے گزر جانے والوں کی خوش نصیبی اپنی جگہ لیکن اس کے باوجود اس حادثے کے اسباب ووجوہات کی منصفانہ تحقیقات لازم ہیں۔ اس حادثے کے بارے میں اس بات کا تعین کرنا از حد ضروری ہے کہ آخر ایسا ہوا کیوں؟ ہمیں اللہ رب العزت کی رحمت سے مدتوں سے حج بیت اللہ کی سعادت کے لئے بار بار جانے کی توفیق ملتی رہی۔ اللہ رب العزت نے اس دور میں بھی بلایا جب جمرات میں جگہ کی تنگی اور بدنظمی کی وجہ سے تقریباً ہر سال اموات ہوتی رہتی تھیں اور حج کا سب سے مشکل مرحلہ رمی ہی ہوتی تھی اور پھر ہمارے دیکھتے دیکھتے جمرات کے مقام پر کثیر المنزلہ عمارتیں کھڑی ہوئیں اور کچھ عرصہ پہلے اس جگہ کی جو صورت حال تھی وہ یکسر بدل کر رہ گئی۔ یوں تو حجاج کرام کی خدمت اور حج انتظامات کے لئے سعودی حکومت کی جملہ مساعی قابل قدر ہیں، ذرا دیکھئے تو کس طرح حرم شریف کی توسیع کی گئی، کس طرح صفا و مروہ کی کثیر المنزلہ عمارت تعمیر ہوئی؟ کس طرح حاجیوں کو سہولیات کی فراہمی کے لئے بے دریغ پیسہ لٹایا گیا اور حاجیوں کی خدمت کے لئے بجٹ کو کسی قسم کی حدود و قیود کا پابند نہیں کیا جاتا۔ اب حجاج کرام کی سہولت کے لئے جدہ سے مکہ اور مکہ سے مدینہ منورہ تک ٹرین سروس شروع کی جا رہی ہے۔ بدلتے حالات کے ساتھ ساتھ حجاج کرام کو ہر ممکن سہولت مہیا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے جس پر خادم الحرمین الشریفین پوری قوم کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں، لیکن خاص طور پر جمرات میں حادثات سے بچنے کے لئے جو انتظامات کئے گئے وہ ہر اس شخص کے سامنے ہیں جو موجودہ انتظامات اور سابقہ صورتحال کا عینی شاہد ہے۔ حج انتظامات سے وابستہ اہم ذمہ داران کے بقول جمرات پر ہونے والے حادثات کی روک تھام کے لئے طویل عرصے تک سوچ و بچار ہوتی رہی، مشاورت کا عمل جاری رہا، اس مشاورتی عمل میں اہم حکومتی زعما بھی شامل تھے اور دنیا بھر کے ماہرین تعمیرات کی خدمات بھی حاصل کی گئیں، اس سارے عمل کو خادم الحرمین الشریفین کی ذاتی دلچسپی اور توجہ حاصل تھی، اس لئے اس پر اٹھنے والے بھاری اخراجات کی کوئی فکر نہ تھی، چونکہ یہ ایک

ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرنے والے آنحضرت ﷺ کی ذات کے نگہبان ہیں: علماء کرام

لاہور (مولانا محمد عبدالنعیم) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام تین روزہ ختم نبوت کورس جامع مسجد عبدالرزاق سبزہ زار اور جامع مسجد ربانی نشاط کالونی لاہور منعقد ہوئے۔ ختم نبوت کورسز میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے امیر مولانا مفتی محمد حسن، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا قاری علیم الدین شاکر، مولانا عبدالجبار سلفی، مولانا عمر حیات، قاری عبدالعزیز اور مولانا خالد عابد اور دیگر علماء کرام نے شرکت کی اور خطاب کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لاہور کے امیر مولانا مفتی محمد حسن نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے عقیدہ ختم نبوت قرآن مجید کی ایک سو آیات مبارکہ، اور دو سو دس احادیث سے ثابت ہے۔ سب سے پہلا اجماع عقیدہ ختم نبوت پر ہوا۔ اتحاد امت کا مرکزی نقطہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہے۔ مولانا عزیز الرحمن ثانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کا تحفظ کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے نگہبان اور چوکیدار ہیں، قادیانی لابی مسلسل عالمی سطح پر اپنی مصنوعی مظلومیت کا واویلا کرکے اسلام اور پاکستان کے وجود کو بدنام کر رہی ہے۔ مجلس لاہور کے جنرل سیکرٹری مولانا قاری علیم الدین شاکر نے کہا کہ اسلام اور آئین پاکستان نے جو اقلیتوں کو حقوق دیے ہیں وہ پاکستان میں انہیں مکمل طور پر حاصل ہیں لیکن قادیانی آئین پاکستان کو ماننے سے انکاری ہیں۔ قادیانی آئین کو نہ مان کر کھلم کھلا آئین کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں حکومت قادیانیوں کو آئین اور قانون کا پابند بنائے۔ قاری عبدالعزیز نے کہا کہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے دونوں گروہ (قادیانی اور لاہوری) کو ان کے کفریہ عقائد کی وجہ سے 1974ء میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا لیکن آج تک قادیانیوں نے پارلیمنٹ کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا۔ قادیانی گروہ مسلسل آئین پاکستان اور پارلیمنٹ کے فیصلے کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امت کے تمام طبقات کی محنت کے نتیجے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا قادیانیوں سے متعلق قوانین ختم کرنے کی کسی بھی کوشش کو برداشت نہیں کریں گے۔

دینی اور شرعی معاملہ تھا، اس لئے اس میں علماء کرام اور مفتیان عظام کی رہنمائی از حد ضروری تھی جس کا قدم قدم پر خیال رکھا گیا، صرف وقتی منصوبہ نہیں بنا بلکہ برسوں بعد کے حالات اور ضروریات کو سامنے رکھا گیا اور بالآخر حسین تعمیر اور حسن انتظام کا ایک ایسا شاہکار سامنے آیا جس پر ہر کوئی عش عش کر اٹھا، لوگوں نے سکھ کا سانس لیا، دنیا بھر سے حج کے لئے آنے والے مطمئن ہو گئے کہ ہر سال حج کی موقع پر جو کھٹکا لگا رہتا تھا کہ رمی کے عمل کے دوران کوئی حادثہ رونما ہو جائے، اس سے اللہ رب العزت نے محفوظ فرمالیا۔ تقریباً گزشتہ دس پندرہ سالوں کے دوران منیٰ میں کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا کیونکہ وہاں کثیر المنزلہ عمارت، انڈر پاس، کثیر الجہتی راستے تعمیر کر دیئے گئے، دم گھٹنے سے بچانے کے لئے ہیوی ڈیوٹی ایگزاسٹ فین لگائے گئے اور انسانی بس میں جس قدر بندوبست ممکن تھا وہ کرلیا گیا اور پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر سال حج کے موقع پر پولیس اور انتظامی اہلکاروں پر مشتمل بھاری نفری تعینات کی جاتی ہے جو مختلف راستوں میں ہجوم کے بہاؤ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں آنے دیتی، مختلف رفاہی اداروں کے رضا کار ڈیوٹیاں سرانجام دیتے ہیں، رمی سے پہلے لوگوں کو باقاعدہ اوقات بتادیئے جاتے ہیں۔ ہر ایک مکتب میں اقامت پذیر لوگوں کو آنے اور جانے کے راستوں کے بارے میں رہنمائی مہیا کی جاتی ہے۔ یہ سارے انتظامات گزشتہ کئی برسوں سے ہو رہے ہیں، ظاہر ہے کہ اس سال بھی عمارتیں بھی وہی تھیں انتظامات بھی ویسے ہی تھے پھر آخر یہ حادثہ کیوں پیش آیا؟ اس سوال پر ہر جگہ بحث ہو رہی ہے۔ اس حوالے سے خادم الحرمین الشریفین نے فوری تحقیقات کا اعلان کر دیا، امید ہے کہ ان تحقیقات کے نتیجے میں صحیح صورت حال سامنے آئے گی، اس حادثے کے

اسباب و وجوہات واضح ہوں گے اور مستقبل میں اس کی روک تھام کے لئے بھی تجاویز پیش کی جائیں گی، اس لئے ہمیں ان تحقیقات کا نہ صرف یہ کہ انتظار کرنا چاہئے اس کے بعد ہی کوئی حتمی بات کہی جاسکے گی، جیسا کہ کرین حادثے کے بعد فوری طور پر سعودی حکومت کی جانب سے جس ذمہ داری، سنجیدگی اور مستعدی کا مظاہرہ کیا گیا وہ ہمارے سامنے ہے۔ خادم الحرمین الشریفین فوری طور پر جائے حادثہ پہنچے، جنازوں کو کندھا دیا، لوگوں کے زخموں اور بھی دلوں پر مرہم رکھا، بن لادن کمپنی کو بین کیا اور شہداء اور زخمیوں کے لئے بھاری معاوضے کا اعلان کیا، جس کی اس سے قبل کہیں بھی نظیر نہیں ملتی۔ تحقیقات کے منظر عام پر آنے سے قبل زمینی صورت حال ماضی کے تجربات اور اپنے اپنے ذاتی مشاہدے کی بنا پر اس حوالے سے اپنی اپنی آراء کا اظہار کیا جارہا ہے۔ بعض جگہوں پر یہ کہا جارہا ہے کہ کسی سعودی شہزادے کی آمد کے لئے راستے بند کئے گئے اور عام لوگوں کو گزرنے نہیں دیا گیا، اس لئے یہ حادثہ پیش آیا۔ سوال یہ ہے کہ اس

حادثے سے قبل گزشتہ دس پندرہ سالوں کے دوران کیا کوئی شہزادہ منیٰ نہیں آیا؟ کیا کسی سربراہ مملکت کو حج کی سعادت نصیب نہیں ہوئی؟ کیا رمی کے دوران کسی قسم کی وی آئی پی موومنٹ نہیں ہوئی؟ ان سب سوالات کا جواب ظاہر ہے نفی میں نہیں دیا جاسکتا۔ وی آئی پی شخصیات کی آمد معمول کا حصہ ہے اور اس کا نہ صرف یہ کہ ہر سال انتظام کیا جاتا ہے بلکہ جمرات کی کثیر المنزلہ عمارت بناتے وقت بطور خاص وی آئی پی روٹ کا خیال رکھا گیا اور ایسا بندوبست کیا گیا کہ کسی بھی وی آئی پی شخصیت کی آمد کی کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوتی۔ دوسری طرف ایران سے تعلق رکھنے والے حاجیوں کی جانب سے انتظامی ہدایات کو نظر انداز کرنا، ایک ریلے کا مخالف سمت پر چلتے ہوئے نعرے بازی کرنا اور رمی، جمرات سے زیادہ مظاہرے جیسا ماحول بنانا اس حادثے کا سبب قرار دیا جارہا ہے اور اس کی ویڈیوز بھی گردش کر رہی ہیں جن میں واضح طور پر نعرے بازی سنی جاسکتی ہے اور حاجیوں کے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے بینرز دیکھے

عقیدہ ختم نبوت اسلام میں خشت اول کی حیثیت رکھتا ہے: علماء کرام

شیخوپورہ..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شیخوپورہ کے زیر اہتمام تحفظ ختم نبوت کانفرنس جامع مسجد عیدگاہ مین بازار شیخوپورہ میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں ملک عزیز کے معروف خطیب مولانا ممتاز احمد کلیار، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے رہنما مولانا محبوب الحسن طاہر، مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالنعیم، مجلس تحفظ ختم نبوت سٹی کے امیر مولانا میاں مشرف حسین، جامع مسجد عیدگاہ کے خطیب مولانا ضیاء الرحمن، جمعیۃ علماء اسلام کے ضلعی جنرل سیکرٹری مولانا امتیاز احمد کاشمیری، چوہدری محمد شفقت، قاری محمد ابوبکر، قاری محمد انور، قاری فہیم عابد قاسمی، بھائی تجمل حسین شاہ سمیت کئی ایک نے شرکت کی اور خطاب کیا۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا ممتاز احمد کلیار نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کی اساس اور بنیاد ہے، ختم نبوت اور ناموس رسالت کا تحفظ ہمارا مذہبی اور آئینی فریضہ ہے ہر قیمت پر اس کا تحفظ کریں گے۔ منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے خلاف ہماری آئینی و قانونی جدوجہد جاری رہے گی۔ مولانا محبوب الحسن طاہر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کا کام قربت خداوندی حاصل کرنے کے مترادف ہے، جب تک ایک بھی منکر ختم نبوت اس دھرتی پر موجود ہے ہماری پر امن تحریک جاری رہے گی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا عبدالنعیم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی یہ اسلامی فرقہ نہیں بلکہ یہ ایک فتنہ ہے جس نے انگریز کے کہنے پر ختم نبوت کے عظیم محل میں نقب لگانے کی کوشش کی ہے، اللہ جزائے خیر عطا کرے ہمارے اکابرین کو جنہوں نے اس گروہ کا ہر سطح پر مقابلہ کیا تا آنکہ 7 ستمبر 1974ء کو ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ صرف علماء کرام اور مفتیان کا نہیں بلکہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی اور پاکستان کی تمام عدالتوں نے ان کے غیر مسلم ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ کانفرنس کے شرکاء سے وعدہ لیا گیا کہ وہ 29,30 اکتوبر کو ختم نبوت کانفرنس میں بھرپور انداز میں شرکت کریں گے۔

جاسکتے ہیں۔ ہماری دانست میں اس حادثے کے اسباب پر غور کرتے ہوئے عالم اسلام کے بدلتے ہوئے حالات اور عالم اسلام میں کچھ عرصے سے ایک منصوبہ کے تحت نمایاں کی جانے والی تفریقی سوچ کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ حج کے لئے آنے والے ایک بڑے طبقے کو سعودی حکومت کے بارے میں اس حد تک بدگمان کیا جاتا ہے، ان کی اس طرح سے ذہن سازی کی جاتی ہے اور انہیں سعودی حکومت سے اس درجہ متنفر کردیا جاتا ہے کہ ان کے طرز عمل سے یوں لگتا ہے جیسے وہ حج کرنے نہیں آئے بلکہ کسی "جابر سلطان" کے سامنے اظہار بغاوت کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ میں گزشتہ کئی برسوں سے تسلسل سے حج کے لئے جاتا رہا اور حج کے دوران عالم اسلام میں پیش آنے والے افسوسناک واقعات کی جھلک کسی نہ کسی جگہ کسی نہ کسی شکل میں ضرور دکھائی دی جاتی رہی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہی دیکھنے میں آتا رہا۔ بالآخر اس سال اتنا بڑا سانحہ رونما ہوگیا۔ مدینہ منورہ میں بقیع کا قبرستان ہو یا روضہ اطہر کا قرب و جوار، رمی کا موقع ہو یا عرفات کا میدان، حرم شریف میں طواف کا مرحلہ ہو یا کوئی اور اہم موقع کچھ لوگوں کا طرز عمل واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے کہ وہ عبادت کرنے یا مناسک حج کی ادائیگی والی عاجزی و انکساری اور یکسوئی کے بجائے گروہ بندی اور جتھہ بندی پر زیادہ توجہ مرکوز کئے ہوتے ہیں اور خود کو ہر قاعدے، ضابطے اور ہر قسم کی ہدایات سے بالاتر سمجھتے ہیں، اس سوچ کی اصلاح کی ضرورت ہے ورنہ آئندہ کے لئے بھی اس قسم کے حادثات سے نہیں بچا جاسکے گا۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس حادثے کے رونما ہونے کے سے موضوع بحث بنایا گیا وہ قابل افسوس ہے، خاص طور پر ایک ایسا معاملہ جو خالصتاً عالم اسلام کا مذہبی اور داخلی معاملہ ہے اس پر اقوام متحدہ کو مداخلت کی دعوت دینا اور عالم استعماری قوتوں کے لئے راستہ آسان کرنے کی کوشش کرنا کسی طور پر دانشمندی اور عالم اسلام کی خیر خواہی نہیں کہلا سکتا، اس کی سخت سے سخت الفاظ میں مذمت کی جانی چاہئے۔ منیٰ میں انتہائی قیمتی جانوں کے ضیاع سے زیادہ اس وقت اہم ترین مسئلہ یہ درپیش ہے کہ نفرتوں کی تجارت بند کی جائے، حرمین شریفین میں بدنظمی کو ہوا دینے کی کوشش کی روک تھام ہو، عالم اسلام میں تفریق و تقسیم کی سازشوں کا تدارک ہو اور دنیا بھر میں جاری جغرافیائی، علاقائی اور سیاسی تنازعات کو مذہبی معاملات میں دخیل ہونے سے روکا جائے ورنہ:

"لمحوں نے خطا کی تو صدیوں نے سزا پائی"

(بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی، یکم اکتوبر ۲۰۱۵ء)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج، مکمل خوراک
فیصل
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزاء کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگر موتھ	مغز بندق	آرد خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	تج	مغز ہولا	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دار چینی	اگر	الائچی خورد	بیج کاکنج	مغز خربوزہ
ورق طلاء	لونگ	ماہی	الائچی کلاں	بیخ عشق پیچاں	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	جڑ سوانجنا	زنجبیل	بالچھڑ	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	رس کونڈی	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لئے مفید
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر و معدہ کی اصلاح کرکے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔
قیمت 1200 روپے
وزن 500 گرام

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیمن	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جدوار مرجان	مغز تربوز
گل دی	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577
فیصل FOODS ستارہ پلازہ ڈی گراؤنڈ سپلائر کالونی فیصل آباد

قادیانیت کے خلاف امتِ مسلمہ کے فتاویٰ جات کا مجموعہ

فتاویٰ ختمِ نبوت

۳ جلدیں

تحقیق وتخریج شدہ جدید ایڈیشن

ترتیب: حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ

زیرِ نگرانی: مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ

تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام ومفتیانِ عظام کے وہ فتاویٰ جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے سے متعلق دیئے ہیں تحقیق وتخریج کے بعد انہیں یکجا شائع کیا گیا ہے۔

- ختمِ نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے حضرات ومبلغین کے لئے معین ومددگار
- لائبریریوں اور دارالافتاؤں کے لئے بیش بہا علمی خزانہ
- عمدہ کاغذ، جاذبِ نظر سرورق
- علماء وطلباء اور کارکنان ختمِ نبوت کے لئے خصوصی رعایت

صرف =/1000 روپے علاوہ ڈاک خرچ

اسٹاکسٹ: مکتبہ لدھیانوی ۱۸ اسلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن، کراچی
021-34130020, 0321-2115595, 0321-2115590

شائع کردہ: عالمی مجلسِ تحفظ ختمِ نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ۔ کراچی
021-32780337, 021-34234476